۱۳۱۹

الا من خطف الخطفة فاتبعه شهاب ثاقب

الشہاب

لرجم

الخاطف المرتاب

جسمین نہایت سلیس معقول اور منصفانہ طریقہ سے مرزائیون کے ارتداد کا ثبوت قتل مرتد کے شرعی
دلائل اور اُس کا عقلی فلسفہ اور جہاد بالسیف کی حکمت اور حدود۔ اور دولت مستقلہ خداداد افغانستان
کے فیصلہ دربارۂ تعزیر مرتد کی تحسین و تصویب اور اُن تمام شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے جو اس فیصلہ پر
کئے جا رہے ہیں

مؤلفہ

کمترین خدام اسلام

شبیر احمد عثمانی دیوبندی غفر اللہ ذنوبہ

وستر عیوبہ

باہتمام

مولوی محمد طیب و مولوی محمد طاہر صاحبان

قاسمی پریس دیوبند میں طبع ہوا

الشہاب لرجم الخاطف المرتاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ محمد والہٖ وصحبہٖ اجمعین

کابل میں نعمت اللہ قادیانی کی سنگساری کے واقعہ سے ہندوستان کے اخباروں میں قادیانیوں کے ارتداد کی بحث پھر تازہ ہو گئی اور ساتھ ہی یہ مسئلہ بھی زیر بحث آ گیا کہ اسلام میں مرتد کی سزا کیا ہے۔ مسٹر محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور نے "پیغام صلح" کے ضمیمہ کے طور پر ایک پمفلٹ بھی اسی مضمون کے متعلق بڑی تعداد میں شائع کرایا ہے۔ جس میں پورے زور خطابت سے حکومت افغانستان اور علماء دیوبند کے خلاف (جو افغانستان کے اس فعل کی سب سے بڑھ کر تحسین کرنے والے ہیں) نفرت اور اشتعال پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اگرچہ مجھے یقین ہے کہ مسلمان اب بہت کچھ قادیانیوں کی فتنہ پردازیوں اور اسلام کے خلاف اُن کی دسیسہ کاریوں سے واقف ہو گئے ہیں۔ اور اسی لئے ان کا کوئی پروپیگنڈا افغانی گورنمنٹ یا علماء دیوبند کے خلاف انشاء اللہ مؤثر نہیں ہو سکتا۔ تاہم سلسلۂ تحریرات جس حد تک پہنچ گیا ہے اُسے دیکھتے ہوئے مناسب معلوم ہوا کہ اس باب میں توسط کیساتھ کچھ عرض کیا جائے۔

اس ضمن میں پہلی بحث جو ہمارے سامنے آتی ہے وہ قادیانی جماعت کے ارتداد کا مسئلہ ہے اور پھر یہ دیکھنا ہے کہ مرتد کی نسبت اسلام کیا فیصلہ کرتا ہے تو ضروری ہوا کہ اولاً ارتداد کے معنے سمجھ لئے جائیں۔

ارتداد کی تعریف

مرتد کے معنے لغت میں (راجع) یعنی کسی چیز سے لوٹنے اور پھر جانے والے کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں مرتد اس شخص کو کہا جاتا ہے جو دین اسلام کو اختیار کر کے اُس سے پھر جائے

امام راغب رح ارتداد کے معنے لکھتے ہیں

هوالرجوع من الاسلام الی الکفر | اسلام سے کفر کی طرف پھر جانا۔ مفردات صفحہ ۱۹۲۔

اور محمد علی صاحب اپنے پمفلٹ میں لکھتے ہیں۔

"ارتداد یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو قبول کر کے پھر اُس سے انکار
"کر دے اور کہدے کہ آپ رسول نہیں"۔

لیکن یہ بات صاف ہو جانی چاہیئے کہ امام راغب رح کی تعریف میں کفر اور محمد علی صاحب کی تعریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے انکار کرنے کا کیا مطلب ہے۔ کیا رسالۃ کا انکار اُسی وقت سمجھا جائیگا کہ وہ زبان سے کہدے کہ میں آپ کو رسول نہیں جانتا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی یقینی خبر اور قطعی فرمان کا انکار کرنے سے بھی رسالت کا منکر ٹھہریگا؟

فرض کیجئے ایک شخص زبان سے اقرار کرتا ہے کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں۔ نماز بھی قبلہ کی طرف پڑھتا ہے۔ زکوۃ بھی ادا کرتا ہے۔ مسلمانوں کا ذبیحہ بھی کھاتا ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ میرے خیال میں سورۂ احزاب یا سورۂ نساء قرآن کی سورۃ نہیں۔ یا حضرت عیسےٰ (علیہ السلام) مثلاً خدا کے پیغمبر نہیں (معاذاللہ) باقی سارے قرآن اور سارے انبیاء کی میں تصدیق کرتا ہوں تو کیا ایسی تصریحات کے باوجود بھی محمد علی صاحب اُسے مسلمان سمجھتے رہیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان رکھنے والا تصور کریں گے۔ اور ان بعض انبیاء یا ان بعض اجزاء قرآن کی تکذیب کو خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ رب محمدؐ کی تکذیب قرار نہ دیں گے۔

اگر ایسے شخص کو باوجود زبانی اقرار رسالت کے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت بلکہ خود خداوند

رب العزۃ کا منکر ہی قرار دیتے ہیں جیسا کہ ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نومن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا ۰ اولئک ھم الکافرون حقا کے تحت میں اُنہوں نے لکھا ہے :-

"اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق سے مراد صرف یہی نہیں کہ اللہ کو مان لیا اور رسولوں کا انکار کر دیا جیسے برہمو ہیں بلکہ یہ بھی کہ بعض رسولوں کو مان لیا اور بعض کا انکار کر دیا جیسے تمام اہل کتاب کی حالت ہے۔ اور یہ اس لئے کہ اللہ کے کسی رسول کا انکار گویا اللہ کا ہی انکار ہے۔" (بیان القرآن ص۵۴۲)

اور اُن کے مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) حقیقۃ الوحی صفہ ۱۷۹ میں لکھتے ہیں کہ

"کافر کا لفظ مومن کے مقابلہ پر ہے اور کفر دو قسم پر ہے

(۱) ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام ہی سے انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔

(۲) دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں الخ

اور اسی کتاب کے صفہ ۱۶۳ پر لکھتے ہیں "جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا الخ

تو اُن کے اقرار اور تسلیم سے ثابت ہوا کہ اُن کے نزدیک بھی اللہ اور اس کے رسول کے انکار کی صرف یہ ہی صورت نہیں کہ ایک شخص زبان سے صریح طور پر یوں کہے کہ میں خدا کو یا اُس کے پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتا۔ بلکہ بسا اوقات بعض نہایت ہی قطعی اور ضروری چیزوں کا انکار کرنیوالا بھی جن کی اطلاع خدا اور اُس کے رسول نے دی ہو خدا اور اُس کے رسول ہی کا انکار کرنے والا سمجھا جائیگا جو قرآن کی تصریح اور مرزا صاحب کے اقرار کی موافق کفر ہے۔

پس جب کہ امام راغب کی تصریح کے موافق اسلام سے کفر کی طرف پھر جانے کا نام ارتداد ہے اور محمد علی صاحب اور اُن کے مسیح موعود کی تصریحات سے یہ ثابت ہو چکا کہ کفر صرف یہ ہی نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کا صریح طور پر زبان سے انکار کیا جائے بلکہ بعض قطعیات اسلام کا انکار کرنا بھی

حقیقت میں اللہ اور اُس کے رسول کا انکار کرنا ہے جو کفر ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ارتداد یعنی اسلام سے کفر کی طرف پھر جانے کی دو صورتیں ہیں

(۱) ایک یہ کہ کوئی مسلمان صریحًا اسلام سے انکار کر بیٹھے۔

(۲) دوسرے یہ کہ ایسا نہ ہو مگر بعض ضروریات دینیہ اور قطعیات شرعیہ سے انکار کرے۔

دونوں صورتوں میں ایسا شخص مرتد یعنی اسلام سے نکلکر کفر میں جانیوالا ہے (العیاذ باللہ)

کیا مرزا قادیانی اور اُس کی امتہ مرتد ہیں؟

جو لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کو مرتد کہتے ہیں اُن کے نزدیک معیار ارتداد وہی ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں ان کا دعوی یہ ہے کہ مرزا صاحب پہلے مسلمان تھے اور جمہور اہل اسلام کے سے عقائد رکھتے تھے اُس کے بعد اُنھوں نے بتدریج بعض ایسی باتیں لکھیں اور شائع کیں جنکا ماننا کھُلے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا نہ ماننا ہے۔ وہ اگرچہ بار بار زبان سے یہ بھی اظہار کرتے رہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں اور تمام انبیاء و مرسلین خُدا کے پاک اور برگزیدہ بندے ہیں لیکن ساتھ ہی وہ قلم اور زبان سے نہایت اصرار کے ساتھ ایسی چیزیں بھی نکالتے رہے جو اُن کے پہلے ادعاء کی مکذب ہیں۔

وہ جب کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی تصریح کے موافق خاتم النبیین ہیں تو ساتھ ہی یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ میں آپ کے بعد نبی ہو کر آیا ہوں۔ پھر یہ نبوت جس کا اُنھیں دعوی ہے صرف وہ ولایۃ و محدثیۃ نہیں جسے بعض صوفیہ نے (مثلاً شیخ اکبرؒ) اپنی اصطلاح میں نبوۃ کے لفظ سے تعبیر کر دیا ہے اور کہا ہے کہ وہ گروہِ اولیاء میں موجود ہوتی ہے، گو اس کی وجہ سے وہ اولیاء انبیاء نہیں کہلاتے[۱]

---

[۱] فالاتصاف بکمالات النبوۃ لا یستلزم الاتصاف بالنبوۃ (عبقات صفحہ ۱۵۹ ج ۱)

پس کمالات نبوت سے متصف ہونا اتصاف بالنبوۃ کو مستلزم نہیں۔

(بقیہ بر صفحہ ۵)

اور نہ کبھی آج تک کسی ولی نے حتی کہ اس محدّث نے بھی جس کے محدث ہونے کی تصدیق زبان رسالت سے ہو چکی تھی۔ (حضرت عمر بن الخطابؓ) اپنی اس نبوۃ پر ایمان لانے کی طرف لوگوں کو دعوت دی ہے اور نہ مرزا صاحب ایسی گھٹیا نبوت کے مدعی ہیں جو ایک سچا خواب دیکھنے سے بھی کسی مومن صالح کو فی الجملہ حاصل ہو سکتی ہے۔

مرزا صاحب کا دعوائے نبوۃ

بلکہ وہ محدثیت وغیرہ سے آگے بڑھ کر مدعی ہوئے ہیں ایسی نبوت کے جس پر نہ صرف قادیان کو،

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴

فاخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرؤیا جزء من اجزاء النبوۃ فقد بقی للناس فی النبوۃ ھذا وغیرہ ومع ھذا لا یطلق اسم النبوۃ ولا النبی الا علی المشرع خاصۃ فحجر ھذا الاسم لخصوص وصف معین فی النبوۃ (فتوحات صفحہ ۴۹۵/۲)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بتلایا کہ خواب (سچا) اجزاء نبوۃ میں سے ایک جزء ہے تو لوگوں کے واسطے نبوۃ میں سے یہ جزء (رؤیا) وغیرہ باقی رہ گیا ہے لیکن اس کے باوجود بھی نبوۃ کا لفظ اور نبی کا نام بجز مشرع (امر و نہی لانیوالے) کے اور کسی پر بولا نہیں جا سکتا۔ تو نبوۃ میں ایک خاص وصف معین کی موجودگی کی وجہ سے اس نام (نبی) کی بندش کردی گئی ہے۔
کمن یوحی الیہ فی المبشرات وھی جزء من اجزاء النبوۃ وان لم یکن صاحب المبشرۃ نبیا فتفطن لعموم رحمۃ اللہ فما تطلق النبوۃ الا لمن اتصف بالمجموع فذلک النبی وتلک النبوۃ التی حجرت علینا وانقطعت فان من جملتھا التشریع بالوحی الملکی فی التشریع وذلک لا یکون الا لنبی خاصۃ (فتوحات صفحہ ۵۶۸/۳)	جیسے کسی کی طرف مبشرات کی وحی آئی اور وہ مبشرات اجزاء نبوۃ میں سے ہیں۔ اگرچہ صاحب مبشرۃ نبی نہیں ہو جاتا۔ پس رحمۃ الٰہیہ کے عموم کو سمجھو تو نبوۃ کا اطلاق اسی پر ہو سکتا ہے جو تمام اجزاء نبوۃ سے متصف ہو۔ وہی نبی ہے۔ اور وہ ہی نبوت ہی جو منقطع ہو چکی اور ہم سے روک دی گئی کیونکہ نبوۃ کے اجزاء میں سے تشریع بھی ہے جو وحی ملکی سے ہوتی ہے اور یہ بات صرف نبی کیساتھ مخصوص ہے۔

نہ صرف پنجاب کو نہ صرف انڈیا کو بلکہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ کی طرح تمام عالم کو ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔ پھر جو کوئی اس دعوۃ کے پہنچنے پر بھی ایمان نہ لائے وہ دائرہ ایمان واسلام سے خارج اور جہنمی ہے جسطرح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر ایمان نہ لانے والا بے ایمان اور جہنمی ہوتا ہے۔ بلکہ ان کا نہ ماننے والا بعینہٖ خدا اور رسول کو بھی نہ ماننے والا ہے۔ نہ صرف یہی کہ اُن کو معمولی نبی تسلیم کر لیا جائے بلکہ بعض اولوالعزم پیغمبر اور خاتم انبیاء بنی اسرائیل سیدنا حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام پر بھی اُن کی فضیلت کا اقرار کیا جائے۔ پھر فضیلت بھی کوئی جزئی فضیلت نہیں بلکہ کلی فضیلت اور ہر شان میں ان سے بڑھ کر مانا جائے۔ اور اگر ہو سکے تو ان سب کے بعد ذرا دبی زبان سے تشریعی (صاحب شریعت) نبی بھی تسلیم کر لیا جائے۔ ملاحظہ ہوں مرزا صاحب کی عبارات ذیل:-

"اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مامور خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے"

(انجام آتھم بار دوم صفحہ ٦٢)

"بہر حال جب کہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ایک ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔"

(نہج المصلی جلد اول صفحہ ٣٠٨ منقول از تشحیذ الاذہان جلد ٦ ع ٤ صفحہ ١٣٥)

"علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیشگوئی موجود ہے (حقیقۃ الوحی بار دوم صفحہ ١٦٣) اب جو شخص خدا اور رسول کے بیان کو نہیں مانتا اور قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور عمداً خدا تعالیٰ کے نشانوں کو رد کرتا ہے اور مجھ کو باوجود صدہا نشانوں کے مفتری ٹھہراتا ہے تو وہ مومن کیونکر ہو سکتا ہے۔" (ایضاً صفحہ ١٦٤)

"اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح بن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو

خداتعالیٰ کی وحی بارش کیطرح میرے پر نازل ہوئی اُس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی" (حقیقۃ الوحی بار دوم صفحہ ۱۴۹)

"خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اُس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸ منقول از ریویو جلد اول ع۶ صفحہ ۲۵۷)۔

کافر کس طرح کے رسول کا نہ ماننے والا ہوتا ہے

اس کے متعلق تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰/۳۲۵ میں لکھتے ہیں۔

"یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے سے انکار کرنیوالے کو کافر کہنا یہ صرف اُن نبیوں کی شان
"ہے جو خداتعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب شریعت کے ماسوائے جس قدر ملہم
"اور محدث ہیں گو وہ کیسے ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں اُن
"کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔"

"ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہوگا پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جسمیں نئے احکام ہوں۔ تو یہ باطل ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے انّ ھٰذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابرٰھیم و موسیٰ۔ یعنی قرآنی تعلیم توریت میں بھی موجود ہے اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے جسمیں باستیفاء امر و نہی کا ذکر ہو تو یہ بھی باطل ہے کیونکہ اگر توریت یا قرآن شریف میں باستیفاء احکام شریعت کا ذکر ہوتا تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی[لہ]" اربعین صفہ ۷۔

[لہ] شیخ اکبر رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

فما بقی للاولیاء الیوم بعد ارتفاع النبوۃ الا التعریفات وانسدت ابواب الاوامر الالٰہیۃ	نبوۃ اُٹھ جانے کے بعد آج اولیاء کے لئے بجز تعریفات کے کچھ باقی نہیں رہا اور اوامر و نواہی کے سب دروازے

کیا مسٹر محمد علی اور بیخبری سے اُن کی تائید کرنیوالے یہ عبارتیں سُن رہی ہیں۔ کیا یہی وہ صوفیوں کی اصطلاحی یا مجازی یا لغوی نبوت ہے جسکا ثبوت رؤیا کی حدیث یا شیخ اکبر کے کلام میں پایا جاتا ہے۔ کیا قادیانیوں کا یہی ظلی اور بروزی نبی ہے جو اصلی اور حقیقی نبیوں سے بھی بڑھ گیا ہے۔ کیا امتی نبی نام رکھدینے سے اصل حقیقت پر پردہ پڑ سکتا ہے۔ اور کیا یہ سخت حیرت انگیز اور مضحکہ خیز منطق نہیں ہے کہ کسی پُرانے نبی (علیہ الصلوٰۃ و السلام) کا دوبارہ آنا تو آیۃ خاتم النبیین کے خلاف ہو لیکن پچھلے نبیوں پر فضیلت کلی رکھنے والا ایک نیا نبی قادیان میں آجائے یہ خاتم النبیین کے خلاف نہ ہو۔ گویا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود نے مفضول

(بقیہ صفحہ ۷)

والنواهي فمن ادعاها بعد محمد صلى الله عليه وسلم فهو مدعٍ شريعةً اوحي بها اليه سواءٌ وافق بها شرعنا او خالف (فتوحات مکیہ ص۵۱ ج۳)

بند ہو چکے۔ اب جو کوئی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امر و نہی کا مدعی ہو (جیسے مرزا صاحب) وہ اپنی طرف وحی شریعت آنے کا مدعی ہے۔ خواہ وہ شریعت ہماری شریعت کے موافق ہو یا مخالف۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی رح اس عبارت کیساتھ اسقدر اور اضافہ کرتے ہیں:۔

فان كانَ مُكلفاً ضربنا عنقهٗ والا ضربنا عنه صفحاً (اليواقيت والجواهر صفحہ ۳۴ ج۲)۔

پھر اگر یہ مدعی وحی شریعت مکلف ہے (یعنی مجنون وغیرہ نہیں ہے) تو ہم اس کی گردن مارینگے اور اگر مکلف نہیں تو ہم اُس سے کنارہ کشی کریں گے۔

قال الشيخ الاكبر في الباب الحادي والعشرين من الفتوحات مَن قال ان الله تعالیٰ امرهٗ بشيءٍ فليس ذلك بصحيح انما ذلك تلبيسٌ لان الامر من قسم الكلام وصفته وذلك باب مسدودٌ دون الناس (اليواقيت والجواهر ص۳۴ ج۲)

شیخ اکبر فتوحات کے اکیسویں باب میں فرماتے ہیں کہ جو کوئی (بعد نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے) یہ دعوی کرے کہ اللہ تعالے نے اس کو کسی چیز کا امر کیا ہے (جیساکہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی) تو یہ دعوی صحیح نہیں یہ محض تلبیس ہے۔ کیونکہ امر کلام کی قسم اور اس کی صفات میں سے ہے۔ اور یہ (کلام کا دروازہ) لوگوں پر بند کیا جا چکا ہے۔

انبیاء کے آنے کا سلسلہ تو بند کر دیا لیکن اُن سے اعلیٰ اور افضل انبیاء کی تشریف آوری کا دروازہ کھول دیا ہی کاش کہ قرآن میں بھی خاتم النبیین کی آیت کے ساتھ فاتح النبیین کی کوئی آیۃ ہوتی اور جس صراحت اور تکرار کیساتھ حضورؐ سے پہلے آنیوالے انبیاء کا تذکرہ ہوا ہے اُس کا عشر عشیر ہی پیچھے آنیوالے نبی کے متعلق ہوتا کہ امت کو زیادہ کام ان ہی پچھلوں سے پڑنا تھا اور یہ ان پہلوں سے افضل بھی تھے۔

کیا مرزائیوں میں کوئی بھی خوف خدا رکھنے والا نہیں۔ کیا اُن کے دلوں پر مہر ہو چکی ہے۔ کیا اُن کے قلوب پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ہیں جو ایسی ایسی صریح عبارتوں کے بعد بھی ایک مفتری علی اللہ کو سچا پیغمبر بناتے چلے جاتے ہیں۔ عجیب تماشہ ہے کہ اس مفتری نے اپنے تئیں سچا ثابت کرنے کے لئے آتھم کے قصہ میں اور محمدی بیگم کے آسمانی نکاح میں معاذ اللہ خدا کو اور اس کی قضاء مبرم تک کو جھوٹا ٹھہرا دیا مگر وہ محروم الخیر جماعت جو آج علماء دیوبند پر خدا کو جھوٹا کہنے کا محض فرضی الزام رکھ کر اپنے لئے اور نئی لعنت خرید رہی ہے اُس مفتری کا برابر کلمہ پڑھتی جاتی ہے جو اپنی سچائی کا ثبوت ہی جب پیش کر سکتا ہی جب پہلے خدا کو جھوٹا ثابت کر دے۔ (کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم)۔

شاید محمد علی صاحب کو علماء دیوبند کے آئینۂ اعتقاد میں اپنا چہرہ نظر آگیا ہے جو معاذ اللہ خدا کے جھوٹ بولنے کی تصویر سامنے آگئی۔ ان فی ذٰلک لذکریٰ لمن کان لہٗ قلبٌ او القی السمع وھو شھید۔

خوب سمجھ لو کہ جھوٹے حیلے اور بیہودہ عذر تراش کر ختم نبوۃ جیسے قطعی اور اسلام کے بنیادی عقیدہ کی تکذیب کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور صدق و راستبازی اور قرآن کریم کے وحی الٰہی ہونے سے انکار کرنا ہے۔

فانھم لا یکذبونک ولکنّ الظلمین بایٰت اللہ یجحدون ۝	یہ لوگ تجھے نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم خدا کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔

اور جیسا کہ ابتداء میں عرض کر چکا ہوں یہ ہی ارتداد ہے کہ آدمی اسلام کا اقرار کرنے کے بعد پھر اُس سے صریحًا انکار کرنے لگے یا ایسی قطعی اور صاف چیزوں کا انکار کر بیٹھے جو انکار رسالت کو مستلزم ہو۔

ارتداد کی اس قسم خفی کا نام یعنی یہ کہ آدمی زبان سے اسلام کا نام بھی لیتا ہے اور کلمہ بھی پڑھتا ہے مگر نامعقول تحریفات اور ناقابل قبول تاویلات باطلہ سے قطعیات کے انکار پر بھی تُلا ہو سلف کی زبان میں "زندقہ"

ہوگیا ہے۔ اور جیسا کہ ہم آگے چلکر بیان کریں گے زنادقہ کا حکم بھی وہی عام مرتدین کا سا ہے۔

اس تمام تقریر سے یہ نتیجہ نکلا کہ مرزا غلام احمد قادیانی جس کی ختم نبوت کو رد کرنیوالی تصریحات ہم نقل کر چکے ہیں اسلام کے ایک قطعی عقیدہ کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے مرتد اور زندیق ہے۔ اور جو جماعت ان تصریحات پر مطلع ہو کر اُن کو صادق سمجھتی رہے اور اُس کی حمایت میں لڑتی رہے وہ بھی یقیناً مرتد اور زندیق ہے خواہ وہ قادیان میں سکونت رکھتی ہو یا لاہور میں جبتک وہ ان تصریحات کے غلط اور باطل ہونے کا اعلان نہ کریگی خدا کے عذاب سے خلاص پانے کی اس کے لئے کوئی سبیل نہیں۔

یہانتک ہم نے مرزا صاحب اور اُن کے اذناب کے ارتداد کا صرف ایک سبب بیان کیا ہے کیونکہ محمد علی صاحب نے اپنے پمفلٹ میں اسی کا تذکرہ کیا تھا۔ دوسرے موجباتِ ارتداد مثلاً توہین انبیاء علیہم السلام وغیرہ سے عمداً اغماض کیا گیا ہے۔ شاید اس خدمت کو میرا کوئی دوسرا بھائی انجام دیگا۔ اور بہت سے بزرگ مجھ سے پہلے بھی فی الجملہ انجام دے چکے ہیں۔

آپ یقین کیجئے کہ ہم کو مرزا صاحب یا کسی ایک کلمہ گو کے کافر و مرتد ثابت کرنے میں کوئی خوشی نہیں ہے۔ ہماری حالت تو یہ ہے کہ نہ ہم غیر مقلدین کو کافر کہتے ہیں۔ نہ تمام شیعوں کو۔ نہ سارے نیچریوں کو حتی کہ اُن بریلویوں کو بھی کافر نہیں کہتے جو ہم کو کافر بتلاتے ہیں۔ اور ہماری تمنا تھی کہ کوئی صورت ایسی نکل آتی کہ مرزائیوں کی تکفیر سے بھی ہم کو زبان آلودہ نہ کرنی پڑتی۔ لیکن اُن کے ملحدانہ دعاوی نے جن سے بارگاہ رسالت میں سخت گستاخی ہوتی ہے۔ اور کسی طرح ختم نبوۃ کا ستون کھڑا نہیں رہ سکتا۔ ہم کو مضطر کر دیا ہے کہ بادل ناخواستہ اُن کی گمراہی سے لوگوں کو بچائیں۔ کہ جو زہر دودھ یا مٹھائی میں مخلوط ہو گیا ہو وہ سخت خطرناک ہے۔

جو عبارتیں مرزا صاحب کی میں اوپر نقل کر چکا ہوں کیا اُن کے مطالعہ کے بعد اس مسئلہ کا اعلان نہیں ہو جاتا کہ جو کوئی اُن کو نبی اور مسیح موعود نہ مانے وہ دائرۂ ایمان و اسلام سے خارج ہے۔ اب تم خود دنیا کی مردم شماری کر لو کہ تمہارے کافر بنائے ہوئے غیر مسلموں کے سوا کتنے آدمی مسلمان رہ جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ کروروں غیر مسلم (فی زعمکم) لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار بھی کرتے ہیں اور سارے احکام بجالاتے ہیں۔

کیا مسٹر محمد علی اپنے اس فقرہ میں

"لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اعتراف کرنیوالے کو کافر کہنا بڑی خطرناک غلطی ہے خواہ مرزا محمود صاحب"
"کہیں یا مولوی کفایت اللہ صاحب"

دونوں ناموں سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کا اور اضافہ کریں گے۔ اور اُن کی قبر پر جاکر ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا کی تلاوت فرمائیں گے ؟

ایک طرف تو آپ کے مسیح موعود سارے جہان کے کلمہ پڑھنے والوں کو بجز چند لاکھ نفوس کے مسلمانی سے نکال رہے ہیں اور دوسری طرف آپ ہر اس شخص کو جو مسلمانوں کو سلام کرلے (خواہ وہ ہندو ہو یا یہودی یا نصرانی یا دہریہ) مومن تسلیم کرتے ہیں۔ اس سے نبی قادیانی اور امتی دونوں کی شریعت فہمی اور قرآن دانی کی حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے۔

کہا گیا ہے کہ قادیانی بڑے نمازی ہیں قرآن بہت پڑھتے ہیں۔ روزے رکھتے ہیں۔ زکوۃ دیتے ہیں۔ اگر اس پر بھی وہ مسلمان نہیں تو بڑی حسرت اور حیرت کا مقام ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ایک ایسی ہی بدبخت قوم کا تذکرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیحین کی احادیث میں فرمایا ہے۔ کہ جو قرآن کی تلاوت بھی کریگی اور بظاہر سچے مسلمانوں سے بھی زیادہ نمازیں پڑھیگی اور روزے رکھے گی مگر ان کا قرآن اُن کے حلقوم سے آگے نہ بڑھیگا اور وہ اسلام میں سے ایسی ہی نکل چکی ہوگی جیسے تیر شکار کا جسم چھید کر صاف نکل جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں نے اُن کو پایا تو عاد و ثمود کیطرح اُن کو قتل کرونگا۔

حق تعالے شانہ اپنی پناہ میں رکھے اور اس دُنیا سے ایمان پر اُٹھائے کہ یہ مقام بڑے خوف اور عبرت کا ہے۔

مرزائیوں کو بڑا فخر ہے اور بعض سادہ لوح آزاد منش مسلمان بھی اُن کی مدح سرائی میں رطب اللسان ہو جاتے ہیں کہ وہ آج اسلام کی ایسی خدمت کر رہے ہیں جو کسی دوسری جماعت مسلمین سے بن نہیں پڑی۔ یعنی یورپ میں اسلام پھیلاتے ہیں۔ ملکانوں کو اشدھ ہونے سے روکتے ہیں۔ آریوں وغیرہ کے مقابلہ

سینہ سپر ہوتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

ان کا یہ فخر اور منقبت اگرچہ سمجھدار مسلمان اسلئے تسلیم نہیں کرتے کہ جس چیز کی وہ اشاعت اور حمایت کرتے ہیں وہ صحیح اسلام نہیں ہے۔ بلکہ یا تو وہ مرزا صاحب کی نبوت کی تبلیغ ہوتی ہے اور یا مرزا صاحب کا ترمیم کیا ہوا اسلام جسے اُنہوں نے بہت سے اصول و فروع کاٹ کر نوجوانان یوروپ یا یوروپ کی وحی پر ایمان لانیوالوں کے اہواء و ظنون کے سانچہ میں ڈھالا ہے۔

لیکن میں اس سے قطع نظر کرکے علی سبیل التنزل کہتا ہوں کہ ان کا یہ سب امتیاز اور فخر اور خدمات اسلام کو تسلیم کرنے کے بعد بھی اُن کا مؤمن اور ناجی ہونا ضروری نہیں ہے۔

صحیح مسلم کے ابواب الایمان میں اُس شخص کا واقعہ پڑھئے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمرکاب جہاد میں تھا اور اس نے وہ خدمت اور اعانت اسلام اور مسلمانوں کی کی تھی جسکا اعتراف صحابہ نے حضورؐ کی جناب میں ان الفاظ سے کیا۔

ما اجزأ منا الیوم احد ما اجزأ فلانٌ	آج کے دن ہم میں کوئی بھی ایسا کافی نہیں ہوا جیسا کہ فلاں آدمی ہوا ہے

مگر لسان نبوت سے باوجود ان خدمات جلیلہ کے ارشاد ہوا اما انہ من اھل النار یاد رکھو کہ وہ دوزخی ہے۔

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ

ان اللہ یؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر	بیشک حق تعالی اس دین کو مدد پہنچا دیتا ہے بد معاش آدمی سے

اور جامع صغیر میں حدیث ہے کہ

سیشد ھذا الدین برجال لیس لھم عند اللہ خلاقٌ (السراج المنیر شرح الجامع الصغیر صہ ۳۲۳ ج ۲	قریب ہے کہ اس دین کی تائید اور تقویت ایسے لوگوں کے ذریعہ سے ہو جائیگی جن کے لئے خدا کے یہاں کوئی حصہ نہیں۔

اور عبداللہ بن عمر رضؓ نے ایک ایسی جماعت کے متعلق جو قرآن کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کو مانتی تھی صرف قدر کا انکار کرتی تھی فرمایا:۔

اذا لقیت اولٰئک فاخبرھم انی بریٔ منھم	جب تم اُن سے ملو تو کہدو کہ میں (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ)

وانہم برآء منی والذی یحلف بہ عبد اللہ بن عمر لو ان لاحد ھم مثل احد ذھبا فانفقہ ماقبل اللہ منہ حتی یؤمن بالقدر

ان سے علیحدہ ہوں اور وہ ہم سے بے تعلق ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کی عبد اللہ بن عمر قسم کھا سکتا ہے اگر ان میں سے کسی کے پاس احد (پہاڑ) کی برابر سونا ہو پھر وہ اُسے خرچ کر ڈالے تب بھی اللہ تعالےٰ ہرگز اُسے قبول نہیں کریگا یہانتک کہ وہ تقدیر پر ایمان لے آئے۔

ابوطالب سے بڑھ کر اسلام اور پیغمبر اسلام کی حمایت اور اعانت ایسی نازک ترین ساعت میں کس نے کی ہوگی۔ لیکن وہ ساری خدمات اور جانبازیاں بھی اس کو ضحضاح نار سے نہ بچاسکیں۔ روایات بالا کو پڑھ کر کس کی ہمت ہے کہ قادیانیوں کی محض نام نہاد خدمات اسلامیہ کو دیکھ کر ان کے مومن یا ناجی ہونے کا فتویٰ دیدے اور اُن کے عقائد کفریہ کی طرف کچھ التفات نہ کرے۔

عہد رسالت میں منافقین کا گروہ برابر اپنے کو مسلمان کہتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر قسمیں کھاکر گواہی دیتا تھا۔ اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان رکھنے کا اظہار کرتا تھا۔ مسجدوں میں مسلمانوں کیساتھ اُن کے قبلہ کی طرف مُنہ کرکے نمازیں پڑھتا تھا۔ اور اُن کا ذبیحہ بھی کھاتا تھا۔ لیکن اس پر بھی اُن کو جھوٹا اور بے ایمان کہا گیا اور مسلمانوں کو اُن کے مکائد سے بچتے رہنے کی ہدایت کی گئی۔ کیونکہ اُن کے دوسرے قرائن واحوال اور مخاطبات سرّیہ اُن کے دعوائے ایمان کی تکذیب کرتے تھے۔ ولتعرفنھم فی لحن القول۔ اور اُن کا دل ایمان سے خالی تھا۔ اور وہ لوگ بھی ہمارے یہاں کے پنجابی نبی کی امت کی طرح اندر ہی اندر اسلام اور مسلمانوں کی جڑ کاٹتے رہتے تھے۔

فرق صرف اتنا ہے کہ پنجابی نبی اور اُس کی امت نے تنگ ظرفی سے اسلام کے خلاف بعض عقائد کا اعلان بھی کردیا اور اس لئے وہ منافق کے بجائے مرتد کے حکم کے تحت میں آگئے۔ اور امیر افغانستان اُن کو منافقین کی سی مہلت نہ دے سکے۔ اگر قادیانی پارٹی منافقین میں شامل ہوکر افغانی حدو تعزیر سے بچنا چاہتی ہے تو اس کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ وہ جہاراً اپنے خبیث عقائد کا اقرار کرنا چھوڑ دے۔ پھر اُن کے دلوں کا حال خدا کے اور یوم آخرۃ کے حوالہ کردیا جائیگا۔ غالباً مرزا محمود نے جو مشورہ نعمت اللہ کے واقعہ کے بعد اپنی پارٹی کو دیا ہے اس میں اسی نفاق کی تعلیم کی طرف ایک قدم اُٹھایا ہے۔

محمد علی صاحب کو بڑی فکر اس کی ہے کہ اگر علماء دیوبند قادیانیوں کو کافر بتلاتے ہیں تو سنیوں کو شیعہ اور شیعوں کو سُنی، مقلدوں کو غیر مقلد اور غیر مقلدوں کو مقلد۔ علیٰ ہذا القیاس دیوبندیوں کو بریلوی اور بریلویوں کو دیوبندی کافر قرار دیتے ہیں۔ اس صورت میں تو کوئی مسلمان نہ رہیگا اور ایک دوسرے کو مرتد سمجھکر قتل کر دینگے۔

لیکن اول تو یہ دعوٰی ہی غلط ہے کہ ان میں سے ہر ایک فرقہ دوسرے کو کافر اور مرتد اور واجب القتل سمجھتا ہے۔ دوسرے واقعات آپ کے اس خطرہ کی تردید کرتے ہیں۔ کیا اسوقت تک افغانستان میں تین مرتد قتل نہیں کئے گئے۔ پھر بھی خدا کے فضل سے کوئی موقعہ ایسا پیش نہیں آیا کہ کوئی مسلمان محض فرضی جرم ارتداد پر کسی جگہ قتل کر دیا گیا ہو۔ اور اگر کسی جگہ آئندہ ایسا کیا ہی گیا تو آپ دیکھ لیں گے کہ اسکا خون بحول اللہ وقوتہ رنگ لائے بدون نہیں رہیگا۔

محمد علی صاحب کو ایسا لکھتے وقت اسلام کے نام اور اپنی نام نہاد امامۃ کی شرم کرنی چاہئے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ مسلمان یہود و نصاریٰ کو اور وہ سب لوگ مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں تو کیا اس اختلاف کے وقت یہود و نصاریٰ کے کافر کہنے سے آپ کو اپنے مزعوم اسلام میں کچھ تردد ہو جاتا ہے یا آپ کے ہاتھ میں کوئی معیار ایسا دیا گیا ہے جس پر آپ اپنے اسلام اور اُن کے کفر کو پرکھ سکتے ہیں۔

اسی طرح کیا قرآن و سنت نے کوئی معیار صحیح و محکم ہمارے ہاتھ میں ایسا نہیں دیا کہ ہم مدعیانِ اسلام کے اختلاف کے وقت ہر ایک کے کفر و ایمان کو اُس پر کس کر دیکھ لیں۔

تو صرف اتنا کہدینے سے کہ ہر ایک فرقہ دوسرے کو کافر و مرتد کہتا ہے یہ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ ان میں کوئی کافر و مرتد نہیں یا سارے کافر و مرتد ہی ہیں (معاذ اللہ)۔

خدا نے اگر تم سے نور ایمان چھین لیا ہے تو کیا عام انسانوں کو جو نور فہم عطا ہوتا ہے وہ بھی سلب کر لیا گیا ہے۔ تم کو بڑا غیظ ہے کہ جب مرزائی افغانستان میں قتل کئے جاتے ہیں تو بابی اور بہائی شاہ ایران اور ترکوں کے حکم سے کیوں قتل نہیں کئے جاتے۔

یہ سوال یا تو آپ کوکب ہند والے سید محفوظ الحق سے کیجئے۔ اور یا شاہ ایران اور ترکی پارلیمنٹ سے اور یا

اُن ملعونین مرجوبین سے جو کابل کے قلمرو میں اس علم کے بعد کہ وہاں خالص اسلامی حدود تعزیر کی تلوار چمکتی رہتی ہے ارتداد کا جھنڈا اٹھا کر گئے۔ اور انجام کار آخرۃ سے پہلے دنیا میں بھی اُن کو حق تعالےٰ کے غضب و انتقام کا مورد بننا پڑا۔

کیا اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے

اب میں دوسرے مسئلہ کی طرف آتا ہوں۔ وہ یہ کہ اسلام میں مرتد کی سزا کیا ہے اور افغانستان کا فعل کس حد تک اصل قانون اسلام پر منطبق ہو سکتا ہے۔

اسلامی اصول کے موافق کسی مسئلہ شرعی کے اثبات کے لئے چار دلیلیں ہو سکتی ہیں:۔

۱ کتابُ اللہ۔ ۲ سنت رسول اللہ ﷺ۔ ۳ اجماع مجتہدین۔ ۴ قیاس و استنباط۔

اگرچہ یہ ضروری نہیں کہ ہر مسئلہ کا ثبوت چاروں طریقوں سے ہو اور نہ ہر ایک دلیل ہر مسئلہ میں کارآمد ہو سکتی ہے تاہم مسئلہ زیر بحث (قتل مرتد) میں اتفاق سے چاروں دلیلیں جمع ہو گئی ہیں۔

چونکہ بار بار کہا گیا ہے کہ قتل مرتد کا ثبوت قرآن کریم سے پیش کرو (حالانکہ مرزا صاحب کی نبوت جس کے نہ ماننے سے مسلمان خارج از اسلام ہو جاتے ہیں۔ قرآن۔ حدیث۔ اجماع وغیرہ سب کو چھوڑ کر صرف ایک دو صوفیوں کی ناتمام عبارتوں سے ہی ثابت ہو جاتی ہے) اسلئے ہم نے بہمہ وجوہ اتمام حجت کے لئے مناسب سمجھا ہے کہ اولاً مرتد کے بارہ میں قرآن ہی کا فیصلہ سنایا جائے۔

مرتدین کے حق میں قرآن کا فیصلہ

یوں تو قرآن کریم کی بہت سی آیات ہیں جو مرتد کے قتل پر دلالۃ کرتی ہیں لیکن ایک واقعہ جماعتِ مرتدین کے بحکم خدا قتل کئے جانے کا ایسی تصریح اور ایضاح کے ساتھ قرآن میں مذکور ہے کہ خدا سے ڈرنیوالوں کے لئے اس میں تاویل کی ذرا گنجایش نہیں۔ نہ وہاں محاربہ ہے۔ نہ قطع طریق۔ نہ کوئی دوسرا جرم۔ صرف ارتداد اور تنہا ارتداد ہی وہ جرم ہے جس پر حق تعالےٰ نے اُن کے بیدریغ قتل کا حکم دیا ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے بنی اسرائیل کو جب خدا نے فرعون کی غلامی سے نجات

دی۔ اور فرعونیوں کی دولت کا مالک بنا دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک ٹھہرے ہوئے وعدہ کے موافق حضرت ہارون کو اپنا خلیفہ بنا کر کوہ طور پر تشریف لے گئے جہاں آپ نے چالیس راتیں خدا کی عبادت اور لذت مناجات میں گذاریں۔ اور توراۃ شریف آپ کو عطا کی گئی۔

ادھر تو یہ ہو رہا تھا اور اُدھر سامری کی فتنہ پردازی نے بنی اسرائیل کی ایک بڑی جماعت کو آپ کے پیچھے راہ حق سے ہٹا دیا واضلھم السامری یعنی سونے چاندی کا ایک بچھڑا بنا کر کھڑا کر دیا جس میں سے کچھ بے معنی آواز بھی آتی تھی۔ بنی اسرائیل جو کئی صدی تک مصری بُت پرستوں کی صحبت بلکہ غلامی میں رہے تھے اور جنہوں نے عبور بحر کے بعد بھی ایک بُت پرست قوم کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ بیہودہ درخواست کی تھی کہ:۔

اجعل لنا الٰھا کما لھم الھۃ	ہمارے لئے بھی ایسا ہی معبود بنا دیجئے جیسے ان کے معبود ہیں

وہ سامری کے اس بچھڑے پر مفتون ہو گئے اور یہانتک کہہ گذرے کہ یہی تمہارا اور موسیٰ کا خدا ہے جس کی تلاش میں موسیٰ بھول کر اِدھر اُدھر پھر رہے ہیں۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کی جانشینی کا حق ادا کیا اور اس کفر و ارتداد سے باز آجانے کی ہدایت کی:۔

یا قوم انما فتنتم بہ وان ربکم الرحمٰن فاتبعونی واطیعوا امری	اے لوگو! تم اس بچھڑے کے سبب فتنہ میں ڈال دیئے گئے ہو حالانکہ تمہارا پروردگار (تنہا) رحمان ہے۔ تو تم میری پیروی کرو اور میری بات مانو۔

لیکن وہ اپنی اُسی سخت مرتدانہ حرکت پر جمے رہے۔ بجائے توبہ کے یہ کہا کہ

لن نبرح علیہ عاکفین حتی یرجع الینا موسیٰ	ہم برابر اپنے اس فعل پر جمے رہیں گے یہاں تک کہ خود موسیٰ علیہ السلام ہماری طرف واپس آئیں۔

اُدھر حضرت موسیٰؑ کو پروردگار نے اطلاع کی کہ تیری قوم تیرے پیچھے فتنہ (ارتداد) میں پڑ گئی۔ وہ غصہ اور غم میں بھرے ہوئے آئے اپنی قوم کو سخت سُست کہا حضرت ہارون سے بھی باز پرس کی۔ سامری کو بڑے زور سے ڈانٹا۔ اور اُن کے بنائے ہوئے معبود کو جلا کر راکھ کر دیا اور دریا میں پھینکدیا۔

یہ سب ہوا لیکن اُن مرتدین کی نسبت خدا کا کیا فیصلہ رہا جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے گوسالہ پرستی اختیار کرلی تھی۔ تو دنیا میں تو اُن کے لئے خدا کا فیصلہ یہ تھا۔

انّ الذین اتخذوا العجل سینالھم غضبٌ من ربھم وذلۃ فی الحیوٰۃ الدُّنیا۔ وکذٰلک نجزی المفترین	جنہوں نے بچھڑے کو معبود بنایا ضرور ان کو دنیا میں ذلۃ اور خدا کا غضب پہنچ کر رہے گا۔ اور مفترین کو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

اور اس غضب و ذلت کے اظہار کی صورت عُبادِ عجل کے حق میں تجویز ہوئی جو سورہ بقرہ میں ہے۔

انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبوا الیٰ بارئکم فاقتلوا انفسکم	اے قوم بنی اسرائیل تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اب خدا کی طرف رجوع کرو پھر اپنے آدمیوں کو قتل کرو

اور فاقتلوا انفسکم میں انفسکم کے معنی وہ ہی ہیں جو ثم انتم ھٰؤلاء تقتلون انفسکم میں ہیں۔ اور قتل کو اپنے اصلی اور حقیقی معنے سے (جو ہر طرح کے قتل کو خواہ لوہے سے ہو یا پتھر سے شامل ہے) پھیرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں بلکہ غضب اور ذلۃ فی الحیوٰۃ الدنیا کا لفظ اس کے نہایت ہی مناسب ہے۔ اور یہی غضب کا لفظ دوسری جگہ عام مرتدین کے حق میں بھی آیا ہے جیسا کہ فرماتے ہیں من کفر باللہ من بعد ایمانہٖ الا من اکرہ وقلبہٗ مطمئنٌّ بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرًا فعلیہم غضبٌ من اللہ ولہم عذابٌ عظیمٌ (نحل)

اس حکم کا نتیجہ جیسا کہ روایات میں ہے یہ ہوا کہ کئی ہزار آدمی جرم ارتداد میں خدا کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے قتل کئے گئے۔ اور صورت یہ ہوئی کہ قوم میں سے جن لوگوں نے بچھڑے کو نہیں پوجا تھا اُن میں سے ہر ایک نے اپنے اُس عزیز و قریب کو جس نے گوسالہ پرستی کی تھی اپنے ہاتھ سے قتل کیا اور جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے قاتلین کا اپنے عزیزوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرنا یہ اس کی سزا تھی کہ انہوں نے اپنے آدمیوں کو ارتداد سے روکنے میں کیوں تساہل کیا۔

یہ واضح رہے کہ یہ مقتولین سزائے قتل دیئے جانے سے قبل ایک طرح کی توبہ بھی کر رہے تھے جیسا کہ فرمایا ہے

ولما سُقط فی ایدیھم ورأوا انھم قد	اور جب وہ نادم ہوئے اور معلوم کرلیا کہ وہ رستہ سے بھٹک گئے ہیں

ضلوا قالوا لئن لم یرحمنا ربنا و یغفر لنا لنکونن من الخاسرین	تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا پروردگار ہم پر رحم نہ فرمائیگا اور ہم کو نہ بخشیگا تو ہم ضرور خسارہ اٹھانیوالوں میں سے ہوں گے ۔

لیکن اس توبہ نے بھی ان کو دنیا کی عقوبت سے نہیں بچایا۔ جیسا کہ اب بھی بعض اقسام مرتد کے متعلق علماء کا یہی فتوی ہے کہ وہ توبہ کے بعد بھی حداً قتل کیا جائیگا۔ خواہ توبہ آخرۃ کے عذاب کو اس سے اٹھادے۔

اسی طرح گوسالہ پرستوں سے بھی اگرچہ دنیا میں خدا کی تعزیر ساقط نہیں ہوئی۔ لیکن قتل کئے جانے کے بعد خدا نے احکام اخروی کے اعتبار سے اُن کی توبہ کو قبول فرمایا اور ان قاتلین کی بھی جنہوں نے اپنے اقربا کے ارتداد کے معاملہ میں مداہنت کی تھی۔

ذلکم خیر لکم عند بارئکم فتاب علیکم انہ ہو التواب الرحیم۔	یہ تمہارے خالق کے یہاں تمہارے حق میں بہتر ہے۔ پھر خدا نے اُن کی توبہ قبول کرلی کیونکہ وہ توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہے

محمد علی صاحب جن کی تفسیر پر مرزائیوں کو بڑا ناز ہے لکھتے ہیں کہ سینالھم غضب من ربھم و ذلۃ فی الحیوۃ الدّنیا و کذلک نجزی المفترین کے بعد والذین عملوا السیئات ثم تابوا من بعدھا و امنوا ان ربک من بعدھا لغفور رحیم واقع ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ کے بعد جرم معاف ہوجاتا ہے۔

لیکن اُن کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جو مرتد توبہ کے بعد بھی حداً یا تعزیراً قتل کیا جائے جیسا کہ عباد عجل کئے گئے اس کے حق میں یہ معافی کی آیۃ ایسی ہے جس طرح سارق کے بارہ میں والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما جزاءً بما کسبا نکالاً من اللہ واللہ عزیز حکیم کے بعد فمن تاب من بعد ظلمہ واصلح فان اللہ یتوب علیہ ان اللہ غفور رحیم سے اس کی معافی کی طرف اشارہ ہے۔ اگرچہ سرقہ کی سزا دنیا میں اُس سے ساقط نہیں ہوتی۔

الحاصل واقعہ عجل سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ مرتدین کی ایک جماعت کو جس کی تعداد ہزاروں سے کم نہیں تھی حق تعالیٰ نے محض ارتداد کے جرم میں نہایت اہانت اور ذلت کیساتھ قتل کرایا۔ اور ارتداد بھی اُس درجہ کا قرار دیا گیا کہ توبہ بھی ان کو خدائی سزا سے محفوظ نہ کرسکی۔ بلکہ توبہ کی مقبولیت بھی اسی

صابرانہ مقتولیت پر مرتب ہوئی۔

کہا جا سکتا ہے کہ یہ واقعہ موسوی شریعت کا ہے۔ امتہ محمدیہ کے حق میں اس سے تمسک نہیں کیا جا سکتا لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ پہلی امتوں کو جن شرائع اور احکام کی ہدایت کی گئی ہے اور قرآن نے اُن کو نقل کیا ہے وہ ہمارے حق میں بھی معتبر ہیں اور ان کی اقتداء کرنے کا امر ہم کو بھی ہے جب تک کہ خاص طور پر ہمارے پیغمبر یا ہماری کتاب اُس حکم سے ہم کو علیحدہ نہ کردیں۔

چند انبیاء و مرسلین کے تذکرہ کے بعد جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوا ہے کہ:۔

اولئک الذین ھدی اللہ فبھدٰھم اقتدہ	یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے ہدایت کی تو آپ بھی اُن کی ہدایت پر چلئے۔

یہ خطاب فی الحقیقت ہم کو سُنانا ہے۔ خود محمد علی صاحب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "قرآن شریف میں کسی انسان کا ذکر ہو یا کسی قوم کا سب مسلمانوں کی تعلیم کے لئے ہے" (بیان القرآن صفہ ۵۴) پس اسی قاعدہ سے بنی اسرائیل کے مرتدین کو قتل کئے جانے کے حکم میں بھی تعلیم ہی مسلمانوں کو ہوگی۔

مرتد کا فیصلہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

خصوصاً جب کہ دوسری آیات کی معیت میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام و تام فیصلہ بھی (جو لتبین للناس ما نزل الیھم کے تحت میں داخل ہے) یہ ہی ہو کہ

من بدل دینہ فاقتلوہ (صحیح بخاری)	جو اپنا دین بدلے اُسے قتل کردو۔

محمد علی صاحب نے بخاری کی اس حدیث کیساتھ خوب ٹھٹھا کیا ہے اور اس طرح اپنے دل کی گندگی کو اور بڑھایا ہے۔

کہتے ہیں کہ یہاں دین سے کیا مراد ہے۔ کیا ہر ایک دین کو بدلنے والا واجب القتل ہے۔ تو یہودی سے کوئی نصرانی بنے یا ہندو سے عیسائی وہ بھی واجب القتل ہوگا۔

کیا محمد علی صاحب ایمان سے کہہ سکتے ہیں کہ جب وہ یہ لکھ رہے تھے خود اُن کا ضمیر اندر سے اُن پر

لعنت نہیں کر رہا تھا؟ کیا واقعی طور پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایک لفظ کا بھی کوئی ایسا مطلب لینا جائز سمجھتے ہیں جس سے یہ لازم آتا ہو کہ ہر شخص جو اپنا پرانا مذہب چھوڑ کر اسلام میں آ جائے اُسے تم قتل کرتے جاؤ۔ یہاں تو آپ معنی ڈالنے میں سوامی دیانند سے بھی گوئی سبقت لے گئے۔

جسوقت آپ کے دل میں یہ سوال آیا تھا کہ حدیث میں جو مسلمانوں کو خطاب ہے من بدل دینہٗ فاقتلوہ اس میں کونسا دین خدا کے رسول کی مراد ہے تو اس کے جواب میں قرآن کی آواز پر کان دہرا ہوتا جو کہتا ہے کہ

ان الدین عند اللہ الاسلام	بلاشبہ دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔
ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ	اور جو کوئی اسلام کے سوا اور دین کی تلاش کرے تو وہ اُس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

مگر آپ کے دل میں تو وہ خدا کا دین ہے ہی نہیں اس لئے آپ مجبور ہیں کہ کافروں کے دین کیطرف جائیں۔ الاناء یترشح بما فیہ۔

بہرحال حدیث صحیح نے مرتد کے معاملہ میں خواہ وہ برسر پیکار ہو یا نہ ہو فیصلہ کر دیا کہ وہ واجب القتل ہے اور لطیفہ یہ ہے کہ حضور نے کمال بلاغت سے من ارتدّ عن دینہٖ نہیں فرمایا کہ شاید کسی کو شبہ ہوتا کہ یہ صرف اُس کے حق میں ہے جو مثلاً یہودیت وغیرہ کسی مذہب باطل کو چھوڑ کر اسلام میں آیا تھا پھر اُدھر ہی لوٹ گیا۔ بلکہ من بدّل دینہٗ فرمایا کہ واجب القتل ہونے کے لئے خدائی دین کو تبدیل کرنا کافی ہے۔ ضرورت نہیں کہ جس مذہب سے آیا تھا اس میں لوٹ کر جائے۔

خدای عزوجل اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم دونوں کا فیصلہ مرتد کے متعلق

یہانتک تو آپ نے مرتد کے بارہ میں خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا الگ الگ فیصلہ سُنا۔ اب یک جائی بھی سُن لیجے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا علاقہ تقسیم کر دیا تھا۔ دونوں اپنے اپنے حلقہ میں کام کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بغرض ملاقات آئے۔ دیکھا کہ ایک شخص اُن کے پاس بندھا کھڑا ہے

دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ مرتد ہے۔ یعنی پہلے یہودیت سے اسلام لایا۔ پھر یہودی بن گیا۔ حضرت ابو موسیٰ نے معاذ سے کہا کہ تشریف رکھئے انہوں نے فرمایا نہیں۔ میں اسوقت تک نہ بیٹھونگا جبتک یہ قتل نہ کر دیا جائے۔ تین مرتبہ یہی گفتگو ہوئی۔ معاذ بن جبل نے فرمایا قضاء اللہ ورسولہ یعنی یہ اللہ کا اور اس کے رسول کا فیصلہ ہے۔ چنانچہ وہ قتل کر دیا گیا۔ (صحیح بخاری)

زنادقہ کے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فیصلہ

یہ تو آپ نے ان دو صحابیوں کا ذکر سُنا جو غالباً آپ کے خیال میں علماء دیوبند سے بھی زیادہ تنگ نظر ہونگے اب نبی کے چوتھے خلیفہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی (بقول آپ کے) تنگ نظری بھی ملاحظہ کیجئے۔

عن عکرمة قال أُتی علی بزنادقة فاحرقهم فبلغ ذلك ابن عباسٍ فقال لو کنت انا لم اُحرِقهم لنهی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لا تعذبوا بعذاب اللہ ولقتلتهم لقول رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من بدل دینه فاقتلوہ (صحیح بخاری)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس چند زنادقہ لائے گئے انہوں نے اُن کو جلا دیا۔ یہ خبر ابن عباس کو پہنچی انہوں نے فرمایا کہ اگر میں ہوتا تو اُن کو جلاتا نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کے عذاب (آگ) سے کسی کو سزا مت دو البتہ میں ان کو قتل کرتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنا دین تبدیل کرے اُسے قتل کر دو۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں روایات نقل کی ہیں جن میں تصریح ہے کہ یہ زنادقہ مرتدین تھے پھر بعض علماء کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ومن الزنادقة الباطنیة وهم قومٌ زعموا ان اللہ خلق شیئاً ثم خلق منه شیئاً آخر فدبر العالم باسرہ ویسمونها العقل والنفس التی تولد لهم مقالات سخیفة فی النبوات وتحریف الآیات وفرائض العبادات (فتح الباری ص $\frac{239}{12}$)

اور زنادقہ میں ہی سے باطنیہ فرقہ ہے (جن کے خیالات تخلیق عالم کی نسبت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ) نبوات اور تحریف آیات وعبادات میں اُن کے اقوال نہایت رَذِیْل ہیں۔

اس سے ظاہر ہوا کہ جسکو فقہاء زندیق کہتے ہیں وہ مرتد ہی ہے اور زنادقہ ومرتدین کا حکم آپ کو معلوم ہو چکا۔

قتل مرتد کا فیصلہ اجماع ائمة الاسلام سے

قرآن وسنت کے بعد تمام ائمہ اسلام کا متفقہ فیصلہ بھی قتل مرتد کے متعلق سُن لیجے۔

امام عبدالوہاب شعرانی رحؒ میزان کبرےٰ میں تحریر فرماتے ہیں۔

وقد اتفق الائمۃ علی ان من ارتد عن الاسلام وجب قتلہ وعلی ان قتل الزندیق واجب وھو الذی یسر الکفر ویتظاھر بالاسلام (میزان ص ۱۶۵/۲)

اور تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہوچکا ہے کہ جو شخص اسلام سے پھر جائے یا زندیق ہو اس کا قتل واجب ہے اور زندیق وہ ہے جو اندرونی کفر کے باوجود اسلام سے مظاہرہ کرتا ہے۔

اس عبارت کو پڑھ کر یہ آیت بھی تلاوت فرمایئے:۔

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیراً

اور جس کسی نے رسول کی مخالفت کی ہدایت ظاہر ہوجانے کے بعد اور مومنین کے رستہ کے سوا کسی اور رستہ پر چلا تو ہم اسکو حوالے کریں گے اُسی جیسے جس کو وہ اختیار کرتا ہے اور داخل کریں گے دوزخ میں اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔

قتل مرتد کے متعلق قیاس شرعی اور عقل سلیم کا کیا حکم ہے

چونکہ مضمون اندازہ سے زیادہ طویل ہوتا جارہا ہے اس لئے قرآن سنت۔ اجماع پیش کرنے کے بعد چند الفاظ حافظ ابن القیم رحؒ کے نقل کرتا ہوں جنسے معلوم ہوگا کہ کافر حربی اور مرتد کا قتل کیا جانا عقل سلیم اور قیاس صحیح کا اقتضاء ہے۔ فرماتے ہیں۔

فاما القتل فجعلہ عقوبۃ اعظم الجنایات کالجنایۃ علی الانفس فکانت عقوبۃ من جنسہ وکالجنایۃ علی الدین بالطعن فیہ والارتداد عنہ وھذہ الجنایۃ اولی بالقتل وکف عدوان الجانی علیہ من کل عقوبۃ اذ بقاءہ بین اظہر عبادہ مفسدۃ لھم ولا خیر یرجی فی بقاءہ ولا مصلحۃ فاذا حبس شرہ وامسک لسانہ وکف اذاہ والتزم الذل والصغار وجریان احکام اللہ ورسولہ علیہ واداء الجزیۃ لم یکن فی بقائہ بین اظہر المسلمین ضرر علیھم والدنیا بلاغ

خلاصہ مطلب

خدا تعالیٰ نے کئی طرح کی سزائیں مقرر کی ہیں اُن میں سے قتل سب سے بڑے جرم کی سزا ہوسکتی ہے۔ مثلاً کسی بیگناہ کو ہلاک کردینا۔ یا کسی عورت کی آبروریزی کرکے منہ کالا کرنا۔ یا دین حق پر طعن کرنا اور اس سے پھر جانا۔ اور جب قتل عمد کی سزا قتل ہے تو دین برباد کرنے کی سزا بطریق اولیٰ قتل ہونی چاہیئے کیونکہ ایک نفس کا اہلاک دین کی تباہی سے زیادہ قبیح نہیں ہے۔ پس اُس شخص کا وجود جو دین حق پر طعن کرے یا اُس سے پھر جائے مسلمانوں کی جماعت کے اندر بڑی خرابی کا باعث ہے جس کے باقی رکھنے میں کسی نیکی اور بہتری کی امید نہیں کی جاسکتی۔ ہاں اگر وہ طعن کرنیوالا اپنی زبان کو روک لے اور اپنی شرارت سے

ومتاع الی حین وجعل ایضاً عقوبۃ الجنایۃ علی الفروج المحرمۃ لما فیہا من المفاسد العظیمۃ واختلاط الانساب والفساد العام (اعلام الموقعین ص۲۱۸ ج۲)۔

باز رہے اور مسلمانوں کو دُکھ نہ دے اور ذلیل و خوار اور خدا و رسول کے احکام کے سامنے پست ہو کر رہنا پسند کرے تو اس چند روزہ زندگی میں اُس کے لئے گنجایش ہے۔

یہاں تک ہم نے ادلہ اربعہ سے قتل مرتد کا بقدر کفایت ثبوت پیش کر دیا ہے۔ اور اگر ضرورت محسوس ہوئی تو آئندہ اس کی مزید تشریح کیجائیگی۔

یہ بات رہ گئی ہے کہ بعض لوگوں نے قرآن کی وہ آیات پیش کی ہیں جن میں مرتد کے اعمال حبط ہونے یا ان پر لعنت برسنے یا آخرۃ میں غضب اور عذاب ہونے کا ذکر ہے۔ اُن آیات میں ساتھ کی ساتھ اس کے قتل کئے جانے کا حکم مذکور نہیں۔

لیکن اس میں تو غالباً مرزائیوں کو بھی تردد نہ ہوگا کہ قتل عمد کی سزا اسلام میں قتل ہے۔ پر حق تعالیٰ نے جس جگہ قرآن میں یہ فرمایا ہے

ومن یقتل مومناً متعمداً فجزاءہ جہنم خالداً فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہٗ واعدلہٗ عذاباً عظیماً ۝

اور جو شخص کسی مسلمان کو عمداً قتل کریگا تو (آخرت میں) اس کی سزا جہنم ہو گی جسمیں ہمیشہ رہنا ہوگا۔ اور اسپر اللہ غضب و لعنت کریگا اور ایسے شخص کیلئے خدا نے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے

تو اسکا بدلہ صرف یہ قرار دیا ہے کہ اس کو دوزخ میں خلود ہوگا اور اللہ کا غصہ اور اس کی لعنت اُس پر ہے اور خدا نے اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ تو کیا اس جگہ صرف اخروی سزا مذکور ہونے سے مرزائیوں کے مایۂ ناز مفسر کے نزدیک قاتل کو بھی دنیا میں آزاد چھوڑ دیا جائیگا۔ اگر یہی آپ کی قرآن فہمی اور نکتہ سنجی ہے تو اپنے نام نہاد اسلام اور اُس کے فلسفہ کو آپ دنیا میں خوب نیکنام کریں گے۔

اور اگر آپ قاتل کی نسبت فیصلہ کرنے میں آیۃ مذکورہ کیساتھ قرآن کی دوسری آیات کو بھی ملاتے ہیں تو مرتد کے متعلق فیصلہ کرتے وقت ایسا کرنے سے کیا چیز مانع ہے۔

آپ کتنی ہی کوشش کیجیے اور احادیث و آثار سے بھاگ کر قرآن کی پناہ لیجئے۔ مگر قرآن آپ کو ضرور دھکے دیگا اور آپکے حیل فاسدہ کے منہ پر طمانچے مارےگا۔ کیونکہ رسول سے بھاگنے والے کے واسطے خدا کے یہاں کوئی پناہ نہیں ہے۔

مرتد کی نسبت اسلامی حکومت کا فیصلہ

قرآن ۔ حدیث ۔ اجماع ۔ قیاس کے فیصلوں کے بعد ایک خالص اسلامی حکومت (افغانستان) کا فیصلہ بھی وہ ہی ہونا تھا جو ہوا۔

لیکن جب سے دولت علیہ افغانیہ کی سب سے بڑی شرعی عدالت نے نعمت اللہ قادیانی کو اس کے ارتداد کے جرم میں نہایت ذلۃ اور رسوائی کیساتھ قتل کرایا ہے مرزائی امت نے اس خالص اسلامی قانون کی تنفیذ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک محکم سنت کے احیاء کے خلاف سخت شور و ہنگامہ بپا کر رکھا ہے۔ کبھی وہ افغانستان کے مقابلہ پر امریکہ اور یورپ کو اُبھارتے ہیں۔ کبھی ہندوؤں سے فریاد کرتے ہیں۔ کبھی آزاد منش لیڈروں کو اکسانا چاہتے ہیں اور سب سے آخر میں رای عامہ سے اپیل کی جاتی ہے۔

لیکن اُن کو یاد رکھنا چاہیے کہ قتل مرتد کا قانون نہ تو یورپ و امریکہ کی حکومتوں کا بنایا ہوا ہے اور نہ کانگریس یا کسی اور دنیوی انجمن کی منتظمہ کمیٹی سے اس کی منظوری لی گئی ہے اور نہ ہی پبلک کے غوغائے عام یا ووٹروں کی کثرت کو اس کے پاس کئے جانے میں کچھ دخل ہے۔

وہ تو ایک آسمانی فیصلہ ہے جو خدا کے ان وفادار بندوں کے ہاتھوں سے نفاذ پذیر ہوتا ہے جنکی نسبت قرآن حکیم میں یہ ارشاد ہوا ہے۔

فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلۃ
علی المومنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون
فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ذلک
فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

تو قریب ہے کہ خدا لائیگا ایک ایسی قوم کو جن کو وہ محبوب رکھتا ہے اور وہ خدا کو محبوب رکھتی ہے۔ کافروں کے مقابلہ میں غالب اور مومنین کے سامنے خاکسار جو جہاد کرے گی خدا کے راستہ میں اور کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہ ڈریگی۔ یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہے دے۔

اور وہ ایک فرمان رسالت ہے جس کا امتثال اُن ہی سعید روحوں کا حصہ ہے جن کو حق تعالیٰ نے اپنے باغیوں کی سرکوبی کے لئے سارے جہان میں سے چُن لیا ہے اور جن کو اس نے محض اپنے افضال سے اشداء علی الکفار رحماء بینھم کا تمغہ مرحمت فرمایا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ اس دورِ فتن میں جب کہ الحاد اور لامذہبیت کی رو کے خلاف کوئی کام کرنے کی بہت ہی کم جرات ہو سکتی ہے اعلیحضرت امیر غازی ایدہ اللہ بعونہ و نصرہ نے اس سنت سنیہ کو زندہ کر کے بارگاہ الٰہی اور قلوب مومنین میں وہ عزت پیدا کر لی ہے جو انسانوں کی دی ہوئی اور بادشاہوں کی تسلیم کی ہوئی عزتوں سے بالاتر ہے۔ قاعدہ ہے کہ جو شخص جس گورنمنٹ کے قانون کو قبول کرتا اور اس کی حمایت کرتا ہے اس کی پشت پر اُس گورنمنٹ کی ساری طاقت ہوتی ہے۔ پس ضرور ہے کہ جو بادشاہ خدائی قانون کی حمایت اور تنفیذ کرے خدائی طاقت اُس کی حامی اور سرپرست ہو۔ اور اسی لئے ہم کو یقین رکھنا چاہیئے کہ اعلیٰ حضرت امیر غازی جسوقت تک قانون الٰہی کو بلاخوف لومۃ لائم اپنا دستور العمل بنائے رہیں گے خدائی طاقت اُن کو ہر شیطانی طاقت کے مقابلہ میں مظفر و منصور کریگی۔ فانّ اللہ ہو مولاہ و جبریل و صالح المومنین والملائکۃ بعد ذٰلک ظہیر۔

آج تاجدار افغانستان نے اقامۃ حدود الٰہیہ سے قرن صحابہ کی یاد تازہ کر دی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو خوش کرنے میں اس بات کی کچھ پرواہ نہیں کی کہ دنیا اُن کو وحشی سمجھیگی یا جاہل۔

انہوں نے بڑی دلیری کیساتھ اسلام کے حقیقی حسن و جمال اور قدرتی سادگی و خوبصورتی سی پردہ اٹھا دیا اور اُس بناوٹی خوبصورتی اور مصنوعی رنگ و روپ سے اُس کو بے نیاز ثابت کر دیا جس میں اسلام کے نادان دوست یا دانا دشمن اُسے پیش کر رہے تھے۔

امیر کابل جیسے خالص، خود مختار اسلامی فرمانروا سے اسلام کی یہ خدمت کچھ زیادہ عجیب نہیں لیکن تعجب اور تعجب سے زیادہ مسرت ہم کو اس بات پر ہے کہ غلام ہندوستان کے اسلامی اخباروں کو (جن میں معزز زمیندار اور سیاست خصوصیت سے قابل ذکر ہیں) حق تعالےٰ نے ایسی سیدھی سمجھ اور مومنانہ جرات اور صراط مستقیم پر چلنے کے لئے بصیرت کی وہ روشنی عطا فرمائی ہے جس نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اسلام کی اصلی ہیئت اور فتنۂ عظیمہ مرزائیت کے کفریات اور بد نتائج کا مشاہدہ کرنے کے لئے غافلوں اور بیخبروں کی آنکھوں کے سامنے اجالا کر دیا ہے۔

مسلمان قوم کے حق میں یہ بڑی مبارک فال ہے کہ اُس کے مؤقر اخبار تجارتی مقاصد اور لومۃ لائمین

کی پرواہ نہ کرکے ٹھیک ٹھیک اسلامی تعلیمات لوگوں کے سامنے پیش کریں اور اُن کی حمایت پر علےٰ وجہ البصیرۃ کمربستہ ہوں۔

ان اخباروں کی روش افغانستان کے اس فعل کی تائید وتحسین میں حق پرست مسلمانوں پر یہ ثابت کررہی ہے کہ یہ اخبار محض کسب زر کا آلہ نہیں بلکہ اسلام کے بہترین خادم ہیں۔ جو چاہتے ہیں کہ حد سے بڑھے ہوئے آزاد مسلمانوں کے جذبات ومحسوسات کی ٹرین کو کچھ پیچھے ہٹا کر اُسی سیدھی لائن پر کھڑا کردیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے عرب کی زمین پر بچھائی تھی۔

لاہوری پارٹی کے امیر (محمد علی صاحب) تو لکھتے ہیں کہ افغانستان کے اس فعل نے اسلام کی ترقی کو دس برس پیچھے ڈالدیا مگر میں اُنہیں خوشخبری سُناتا ہوں کہ دس برس نہیں۔ اُس نے اولوالامر مسلمانوں کو نہایت ہی مہلک آزادی کی طرف ترقی کرنے سے تیرہ سو سال پیچھے ہٹادیا ہے۔

مرزائیوں کو بڑی فکر ہے کہ افغانستان کا یہ فعل جب اسلام کی طرف منسوب ہوگا تو غیر مسلم قومیں اسلام سے نفرت کرنے لگیں گی اور یہ سمجھ جائیں گی کہ اسلام صرف تلوار کے زور سے قائم رکھا جاسکتا ہے اور یہ ایک بڑی روک اشاعت اسلام کے رستہ میں ہوگی۔

لیکن قرون اولیٰ کا تجربہ ہم کو یہ بتلاتا ہے کہ جب صدیق اکبر اور دوسرے خلفاء کے عہد میں ارتداد کا فیصلہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے موافق تلوار کی نوک سے کیا جاتا تھا حتی کہ بعض اوقات سرزمین عرب کا وسیع رقبہ مرتدین کے خون سے رنگین ہو ہوگیا۔ اُسوقت اشاعت اسلام کی رفتار ترقی اسقدر سریع اور حیرت میں ڈالنے والی تھی کہ جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عظیم الشان معجزہ کے سوا اور کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

جیساکہ تھوڑی دیر پہلے میں ثابت کرچکا ہوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم من بدل دینہ فاقتلوہ کی تعمیل میں ایک لمحہ کا توقف بھی روا نہ رکھتے تھے لیکن مرزائیوں کے لئے کسقدر تعجب اور غصہ کا مقام ہوگا کہ اُن ہی صحابہ کے عہد میں بیشمار کفار اسلام کے حلقہ بگوش بنتے گئے۔ نہ تو وہ قتل مرتدین کو دیکھ کر اسلام سے بدگمان ہوئے اور نہ اُنہوں نے حاملین اسلام سے نفرت کی۔

بلکہ وہ یہ دیکھ کر کہ مسلمان حکمرانوں کے زیر سایہ جہاں تمام یہود و نصاریٰ اور دوسری غیر مسلم اقوام اس طرح آزادانہ زندگی بسر کرتے اور اپنے مذہبی وظائف کو بلا روک ٹوک بجالاتی ہیں۔ کسی مرتد کا بیدریغ قتل کیا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمان صرف ایک ہی چیز کے خواہاں ہیں اور وہ یہ کہ اُن کے دین میں زہریلے جراثیم کی تولید نہ ہونے پائے اور کبھی ہو جائے تو اس کو ترقی اور تعدیہ کا موقع نہ ملے۔ جراثیم ارتداد کا فنا کرنا فی الحقیقۃ بقیہ سچے ایمان داروں کی حفاظت کرنا ہے۔

مرتد کا وجود ایک مجسم فتنہ ہے جس سے کمزور اور سادہ لوح مسلمانوں کے خیالات میں تشویش اور اُن کے جذبات میں تلاطم پیدا ہو سکتا ہے۔

جو لوگ عہد رسالت میں اپنے آدمیوں کو 'امنوا بالذی انزل علی الذین امنوا وجہ النہار واکفروا اٰخرہ' کا مشورہ دیتے تھے۔ اُن کی غرض بھی لعلھم یرجعون ہی تھی۔ یعنی یہ کہ کچھ مصنوعی مسلمانوں کو اسلام سے پھرتے ہوئے دیکھ کر سچے مومنین کو بھی جھوٹ اور باطل کی طرف آنے کی ترغیب ہوگی یا کم از کم یہ خیال کر کے کہ آخر کچھ تو وجہ ہے کہ یہ لوگ اسلام قبول کرنے کے بعد اُس سے منحرف ہو گئے ہیں۔ اُن کے دلوں میں بھی ایک طرح کا تردد اور تذبذب پیدا ہو جائیگا۔

اسی لئے اسلام نے ارتداد کے مہلک جراثیم کو تباہ کر ڈالنے کے لئے پوری قوت استعمال کرنیکا حکم دیا ہے۔

بہتر ہے کہ مرتد کو اولاً سمجھاؤ۔ اُس کے شبہات کا ازالہ کرو۔ اگر وہ خدا کی کھلی کھلی آیات دیکھنے اور واضح دلائل سننے کے بعد بھی اپنی معاندانہ ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور اپنی ہوا و ہوس یا اوہام باطلہ کی پیروی سے باز نہ آئے تو مسلمانوں کی جماعت کو اس کے زہریلے وجود سے پاک کر دو کہ تبیّنِ رُشد مِنَ الغیّ کے بعد دین میں کوئی اکراہ نہیں ہے۔ لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحییٰ من حیّ عن بینۃ۔

ایک شخص اتفاقاً گھوڑے سے گر پڑا۔ ٹانگ ٹوٹ گئی۔ ہڈی کے ریزے اِدھر اُدھر گھس گئے۔ سول سرجن کا کام یہ ہے کہ ہڈی کو جوڑے۔ زخم صاف کرے۔ پٹی باندھے اور مرہم لگائے۔ لیکن اگر کسی تدبیر سے

زخم مندمل نہ ہوسکے بلکہ اس کے پلوں دوڑنے اور باقی ٹانگ کو بھی خراب اور مسموم کرڈالنے کا اندیشہ ہو تو کیا اُس وقت اُس سول سرجن کا یہ ایک مشفقانہ فرض نہیں ہوجاتا کہ وہ ٹانگ کے مسموم حصہ کو کاٹ کر پھینکدے۔ اور اُس فاسد عضو بدن پر یہ سمجھکر کچھ رحم نہ کھائے کہ گھوڑے سے گرنا اور ٹانگ ٹوٹ جانا اور زخم کا مندمل نہ ہونا اُس کے اختیار میں نہیں تھا۔ اُسوقت سول سرجن کا فرض یہ دیکھنا نہیں کہ آیا مریض نے اپنے اختیار سے مرض کو پیدا کیا ہے یا بے اختیاری طور پر پیدا ہوگیا ہے بلکہ اپنے اختیار کو دیکھنا ہے جسے وہ مریض کے بقیہ اعضا، بدن کو بچانے کے لئے استعمال کرسکتا ہے۔

یاد رکھو کہ ارتداد ایک سخت زہریلا مادہ ہے جو جسم مسلم میں پیدا ہوجاتا ہے۔ خدائی سول سرجن جب اُس کی تحلیل یا اخراج کی تدبیر سے تھک جاتے ہیں تو آخر الحیل السّیف کے قاعدہ سے اُس عضو فاسد کو کاٹ کر پھینکدیتے ہیں۔ اور وہ ایسا کرنے کے وقت خدا کی طرف سے ولا تاخذکم بھما رأفۃٌ فی دین اللہ اور واغلظ علیہم کے مخاطب ہوتے ہیں۔

کسی سخت اپریشن کا مشاہدہ کرنے سے بعض اوقات نازک دل عورتیں یا بعض ضعیف القلب مرد بھی غش کھاکر گر پڑتے ہیں لیکن اگر کوئی کمزور دل ڈاکٹر اس سے متاثر ہوکر اوپریشن چھوڑ بیٹھے تو نہیں کہا جاسکتا کہ وہ بڑا رحمدل ہے بلکہ کہا جائیگا کہ وہ اپنے منصب سے معزول کردینے کے قابل ہے۔

ہم کو خدا کا بڑا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اُس نے موجودہ عہد انحطاط میں امیر غازی امان اللہ خاں اور اُن سے پہلے اُن کے والد مرحوم کو وہ اختیارات بخشے اور ان اختیارات کے استعمال کی توفیق مرحمت فرمائی جو جسم مسلم کو نہایت ہی سمّی آلائشوں سے پاک کرنے اور اصلاح پر لانے کے لئے ضروری تھے۔

اگر بفرض محال یہ صحیح بھی ہو کہ امیر صاحب کے اس فعل سے اشاعت اسلام میں کچھ رکاوٹ پیدا ہوتی ہے تو اس میں پھر بھی کوئی شبہ نہیں کہ حفاظت اسلام میں اُس سے بڑی بھاری مدد ملیگی اور شاید قادیان کی کسی چوتھی بکری کو اب مدت تک یہ ہوس نہ ہوگی کہ علانیہ افغانیوں کے اسلام یا اُن کی تحدہ قومیت میں سینگ مارکر کابل کے ذبیحہ خانہ سے شہادت کا فخر حاصل کرے۔

مرزا محمود ہوں یا محمد علی اُن کو چاہیئے کہ وہ ڈول ڈیبیٹ یا سوراجی ہندو مسلمانوں کو اتنا بیوقوف نہ سمجھیں کہ

وہ سب کے سب امیر کابل کو آپ کے کہنے سے اتنا سفاک اور جاہل سمجھ لیں گے کہ وہ دول غیر کے تمام سفراء کو اسقدر مامون ومصئون رکھنے اور افغانی ہندوؤں کو ہندوستانی ہندوؤں سے زیادہ آزادی اور طمانیت عطا کرنے کے باوجود مشق تیغ آزمائی یا بجبر واکراہ اسلام پھیلانے کے لئے قادیان کی ایک بکری (نعمت اللہ) پر شمشیر چلا کر خوش ہوتے ہیں۔

کوئی شبہ نہیں کہ کسی آدمی کو عمداً قتل کر ڈالنا بڑی سخت چیز ہے مگر قرآن نے جس کو فتنہ کہا ہے وہ قتل سے بھی بڑھ کر سخت ہے والفتنة اشد من القتل۔ والفتنة اکبر من القتل۔

یہ فتنہ دین حق سے ہٹنے یا ہٹائے جانے کا فتنہ ہے جس پر واحذرهم ان یفتنوك عن بعض ما انزل الله الیك میں متنبہ کیا گیا ہے۔ اور جس کو حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنی قوم کے مرتد گوسالہ پرستوں کو مخاطب کرتے ہوئے یا قوم انما فتنتم بہ سے تعبیر فرمایا تھا۔ اور جو اُن کفار کا ہمیشہ مطمح نظر رہتا ہے جن کی نسبت قرآن میں کہا گیا ہے۔

ودوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواء	وہ چاہتے ہیں کہ جیسے وہ خود کافر ہیں تم بھی کافر ہو کر ان کی برابر ہو جاؤ
اور ودکثیر من اهل الکتب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفارا حسدا من عند انفسهم	بہت سے اہل کتاب از راہ حسد یہ آرزو رکھتے ہیں کہ تم کو ایمان لانے کے بعد پھر کافر بناڈالیں۔
اور ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم ان استطاعوا۔	اور وہ ہمیشہ تم سے اس لئے جنگ کرتے رہیں گے کہ اگر اُن کا بس چلے تو تم کو تمہارے دین سے ہٹا دیں۔

اسی فتنہ کے روکنے اور مٹانے کے لئے وہ جارحانہ اور مدافعانہ جہاد بالسیف شروع کیا گیا جسکا خیال مسلمانوں کے دلوں سے محو کرنے کے لئے لاہوری پارٹی کا لغوی اور محمودی پارٹی کا بروزی نبی مبعوث ہوا ہے۔ پڑھو

وقاتلوهم حتی لا تکون فتنة ویکون الدین لله	دشمنان اسلام سے اُسوقت تک لڑو کہ فتنہ کا وجود نہ رہے اور خدا کا دین ہی غالب ہو کر رہے (جیسا کہ لیظهره علی

الدین کلہ سے مفہوم ہوتا ہے)۔

صحیح بخاری میں ابن عمرؓ سے اور سنن ابن ماجہ میں عمران بن حصین سے منقول ہے کہ اس فتنہ سے مراد ارتداد کا فتنہ ہے (دیکھو فتح الباری صفحہ ۱۴۴ ج ۱۲) اور اسی کی طرف اشارہ صحیح مسلم میں سعد بن ابی وقاص کی روایت میں موجود ہے۔

پس اسلام کا سارا جہاد و قتال خواہ ہجوم کی صورت میں ہو یا دفاع کی صرف مرتد بننے یا بنانے والوں کے مقابلہ میں ہے۔ جس کی غرض یہ ہے کہ فتنۂ ارتداد یا اس کے خطرہ سے مومنین کی حفاظت کیجائے۔ اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ مرتدین کا جو مجسم فتنہ ہیں استیصال ہو اور مرتد بنانے والوں کے حملوں اور تدبیروں اور اُن کی شوکت و قوت کو جس سے وہ مسلمانوں کے ایمان کو موت کی دھمکی دیسکتے ہیں ہر ممکن طریقہ سے روکا جائے یا توڑا جائے۔

چنانچہ کفار اگر جزیہ دیکر اسلامی رعایا بننے یا مسلمانوں کے امن میں آجانے یا باہمی مصالحت اور معاہدہ کی وجہ سے مسلمانوں کو عملاً مطمئن کردیں کہ وہ اُن کے دین میں کوئی رخنہ اندازی نہ کریں گے اور اُن کے غلبہ اور شوکت کی وجہ سے مسلمانوں کو مرتد بنائے جانے کا کوئی اندیشہ باقی نہ رہیگا تو ایسی اقوام کے مقابلہ میں مسلمانوں کو ہتھیار اُٹھانا جائز نہیں۔

حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون	یہانتک کہ وہ جزیہ ادا کریں ہاتھ سے ذلیل ہو کر۔
وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ۔	اور اگر مشرکین میں کوئی تم سے پناہ مانگے تو تم اس کو پناہ دیدو۔ یہانتک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے پھر اس کو اوس کی امن کی جگہ پہنچا دو۔
وان جنحوا للسلم فاجنح لہا وتوکل علی اللہ۔	اور اگر وہ صلح کے لئے جھکیں تو تم بھی اس کیلئے جھک جاؤ اور خدا پر بھروسہ کرو
فان اعتزلوکم فلم یقاتلوکم والقوا الیکم السلم فما جعل اللہ لکم علیہم سبیلا۔	پھر اگر وہ تم سے علیحدہ رہیں اور نہ لڑیں اور صلح کی سلسلہ جنبانی کریں تو پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کے مقابلہ میں تم کو کوئی رستہ نہیں دیا۔
وان نکثوا ایمانہم من بعد عہدہم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمۃ الکفر۔	اور اگر عہد و پیماں کے بعد اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور تمہارے دین پر زبان درازی کریں تو لڑو تم کفر کے سرداروں سے۔

پس جہاد بالسیف خواہ ہجومی ہو (یعنی بطریق حفظ ماتقدم) یا دفاعی (یعنی بطریق چارہ سازی) صرف

مومنین کے ایمانوں کی حفاظت کے لئے ہے۔ اور یہ ایک ایسا فطری حق ہے جس سے کوئی عقلمند اور مہذب انسان مسلمانوں کو محروم نہیں کرسکتا۔

اس لئے احکام جہاد کی نسبت جو قرآن میں بکثرت موجود ہیں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ لا اکراہ فی الدین اور أفأنت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین کے معارض ہیں۔ بلکہ کہا جائیگا کہ دین میں کوئی اکراہ نہیں۔ البتہ جو فتنے دین میں رخنہ ڈالتے ہوں اُن کے روکنے میں ضرور اکراہ ہے۔ یعنی جہانتک مسلمانوں کی طاقت میں ہوگا فتنہ کو اجازت نہیں دی جائیگی کہ وہ مسلمانوں کی جماعت میں سر نکالے یا نشوونما پائے۔

اگر اسلام کی اسی حفاظت خود اختیاری کے معنے اس کا بزور شمشیر پھیلایا جانا ہے تو میں اقرار کرتا ہوں کہ بیشک ایسی حفاظت کے لئے شمشیر استعمال ہوئی ہے۔ اور برابر ان لوگوں کے ہاتھوں سے جنھیں خدا ایسی قوت اور توفیق بخشیگا استعمال ہوتی رہیگی۔ الجہاد ماضٍ الی یوم القیامۃ۔

خواہ قادیان کا متنبی اپنے قلم کی چِوں چِوں سے کتنا ہی اس تلوار کی جھنکار کو پست کرنا چاہے۔

ہم بحمد اللہ خوب سمجھتے ہیں کہ اسلام کے بہت سے دانا دشمنوں نے اس امر کی حمایت میں کہ اسلام ہرگز بزور شمشیر نہیں پھیلا موٹی موٹی کتابیں لکھی ہیں اور کیسی خوبصورتی اور دانائی سے ایک سچی بات لیکر دوسری سچی بات (جہاد بالسیف) کی اہمیت اور ولولہ کو مسلمانوں کے دلوں سے محو کرنا چاہا ہے اور اسلام کے بہت سے نادان دوست بھی اُن کی اس منافقانہ ہمدردی کا شکار ہوگئے ہیں اور انہوں نے اپنی اصلاح کی قینچی سے مسئلہ جہاد کے بازو کتر ڈالے ہیں۔

لیکن یاد رکھئے کہ قائمین بالحق کا گروہ نہ تو کسی کی تجہیل اور تحمیق سے ڈرتا ہے اور نہ کسی کی مکاری اور چرب نسانی سے پسیجتا ہے۔

وہ بلاخوف تردید کہتا ہے کہ تم حقیقت جہاد سے جاہل ہو اور خدائے قدوس کی انتہائی وفاداری اور اس کی راہ میں شجاعانہ سر فروشی کو اگر تم وحشیانہ حرکت اور مذہبی دیوانگی سے موسوم کرتے ہو تو ہم اپنی دیوانگی اور تمھاری فرزانگی کی نسبت مولانا رومی کی زبان میں صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں۔

آزمودم عقل دور اندیش را بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را
اوست دیوانہ کہ دیوانہ نشد اوست فرزانہ کہ فرزانہ نشد

بہر حال قتل مرتد یا جہاد بالسیف کا حکم مسلمانوں کو فتنہ سے محفوظ رکھنے کے لئے ہے۔ جس کا اول مخاطب امام صاحب اقتدار ہوتا ہے۔ جن ممالک میں مسلمانوں کا کوئی امام صاحب اقتدار نہ ہو وہاں عام مسلمان اس قسم کے احکام کے مکلف نہیں ہیں (جیسے ہندوستان ہے) بناءً علیہ ہندوستان کے مرتد یا غیر مسلم اقوام کو نعمت اللہ خاں کے قتل سے خوف کھانے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ خود افغانستان کی غیر مسلم رعایا یا مستامنین کو بھی جیسا کہ مشاہدہ کیا جا رہا ہے کوئی خطرہ نہیں۔

لاہوری پارٹی کے امیر کی سمجھ میں ابھی تک یہ فلسفہ نہیں آیا کہ ایک ہندو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ جھوٹا سمجھ کر حکومتِ افغانستان کے ماتحت آزاد ہے۔ ایک عیسائی یا یہودی آپؐ کو نعوذ باللہ مفتری قرار دیکر حکومت افغانستان کے کسی عہدہ پر بھی فائز ہو سکتا ہے۔ لیکن ایک مسلمان یہ کہکر کہ خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں یہ نہیں (یعنی خاتم النبیین کا تاویل باطل کے پردہ میں انکار کرکے) واجب القتل ہو جاتا ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ ایسی سیدھی اور موٹی سی بات امیر جماعت احمدیہ کی سمجھ میں کیوں نہیں آتی۔ وہ کروڑوں انسان جو برٹش قلمرو سے باہر رہتے ہیں اور اُنہوں نے آج تک انگریزوں کی حکومت اپنے اوپر قبول نہیں کی آزاد ہیں کہ جو چاہیں قانون اپنے لئے بنائیں اور جس طرز سے چاہیں زندگی بسر کریں انگریزی حکومت کو اُن سے کوئی سروکار نہیں۔ لیکن وہ شخص جو برٹش حکومت اور برٹش قانون کو قبول کرکے انگریزی رعایا بن چکا ہے وہ چاہے بغاوت کا جھنڈا کھڑا کردے اور سڈیشن یا انارکی پھیلائے اور حکومت کے قانون کو توڑے۔ ساتھ ہی زبان سے یہ بھی کہتا ہے کہ میں انگریزوں کی وفادار رعایا میں سے ہوں۔ حکومت اُس سے اغماض نہیں کر سکتی۔ حکومت اگر اس کے لئے پھانسی یا حبس دوام کی سزا تجویز کرے تو یہ سوال نہیں کیا جا سکتا کہ جب کروڑوں آدمی دنیا میں انگریزی حکومت سے باہر ایسے موجود ہیں جو انگریزی قانون اور اس کی حکومت کو قطعاً نہیں مانتے اور حکومت اُن سے کوئی تعرض نہیں کرتی تو کیا وجہ ہے

کہ رعیت ہونیکا اقرار کرنے والے شخص کو سڈیشن کے جرم میں اسقدر سخت اور سنگین سزا دی جارہی ہے

خوب سمجھ لو کہ جو شخص اسلام میں داخل ہوا وہ اس کے حلقۂ حکومت میں آگیا اور اُس نے اسلام کے پورے قانون کو اپنے حق میں قبول کرلیا۔ اب اگر وہ اسلام کا زبانی دعوٰی رکھتے ہوئے اسلام سے نکلنا چاہتا ہے اور اُس کے قانون کو توڑنا چاہتا ہے۔ اور خاتم النبیین کی رعیت بنکر کے بعد کسی کذّاب کو جدید نبی مانکر فی الحقیقت آپ کے دعوائے خاتم النبیین کو جھٹلاتا ہے وہ اسلام کا باغی ہے۔ پس اسلام کی طرف سے وہ یقیناً ایسی سزا کا مورد ہوگا جس کے مورد وہ غیر مسلم لوگ نہیں ہیں جو ابھی تک اسلام کے حلقہ میں داخل ہی نہیں ہوئے اور جو من شاء فلیومن و من شاء فلیکفر کی تہدید آمیز آزادی سے ابھی تک متمتّع ہورہے ہیں۔

امیر جماعت احمدیہ سوال کرتے ہیں کہ

> "اگر مسلمان حکومتیں اپنے ملکوں میں یہ قانون بنائیں گی کہ غیر مسلم کو اُن کے ملک میں اپنے مذہب کی تبلیغ کی اجازت نہیں تو اس کے بالمقابل کیا عیسائی طاقتیں اسی قسم کا قانون اسلام کے خلاف بنانے میں حق بجانب نہ ہونگی کہ اُن کی حکومت میں تبلیغ اسلام کی اجازت نہیں اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ یہ ہی کہ تبلیغ اسلام کا کام دنیا میں قطعی طور سے رُک جائیگا"

اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام اپنے اختیار سے کسی شخص کو مرتد بنائے جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اسلام کا یہی قانون افغانستان میں بہت پہلے سے رائج ہے۔ اب اگر اس کے جواب میں محمد علی یا مرزا محمود کے مشورہ سے غیر مسلم حکومتیں اپنے قلمرو میں تبلیغ اسلام کو رد کردیں تو اگرچہ ہم مسلمان اپنے اس عقیدہ کے موافق کہ آج دنیا میں صرف ایک مذہب اسلام ہی سچا اور مکمل اور عالمگیر مذہب ہوسکتا ہے اُن کی اس بندش کو حق بجانب نہیں کہہ سکتے۔ تاہم یہ ضرور ہے کہ وہ ایسا کرگذریں تو ہم اُن کو روک بھی نہیں سکتے نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک طرف اگر نومسلموں کا سلسلہ رُک جائیگا تو دوسری جانب پرانے مسلمانوں کا اسلام سے نکلنا بھی بند ہو جائیگا۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ موجودہ دولت کی حفاظت غیر موجود دولت کی

تحصیل سے اہم اور مقدم ہے۔ کسی چھوٹی سے چھوٹی اور ضعیف سے ضعیف سلطنت کی غیرت بھی اس کی اجازت نہیں دیگی کہ وہ اپنے حاصل شدہ حقوق وفوائد کی حفاظت کے لئے فوج بھرتی کرنے اور بڑی سے بڑی طاقت کی ٹکر اٹھانے سے پہلو تہی کرے۔ حالانکہ وہ جانتی ہے کہ اس تحفّظ کے سلسلہ میں اس کے سپاہیوں کا نقصان غنیم کے سپاہیوں سے بہت زیادہ ہوگا۔

پھر کیا وجہ ہے کہ اسلام اپنے پیرووں کی ایمان کی حفاظت میں ایسی غیرت اور مضبوطی نہ دکھلائے۔ اور اس خوف سے کہ اُس کو دوسری جگہ بعض غیر حاصل شدہ فوائد سے محروم ہونا پڑیگا اپنی حاصل شدہ حقوق کی حفاظت سے دست بردار ہو جائے۔

مرزا محمود اور محمد علی مع اپنی ذریات کے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر عیسائی طاقتوں سے ایسا قانون بنوالیں اور تبلیغ اسلام کے قانوناً روک دیئے جانے کا گناہ اور قتل مرتد کے جواب میں قتل کئے جانے والے نومسلمون کا خون اپنی گردن پر اٹھالیں۔ لیکن وہ یہ امید ہرگز نہ رکھیں کہ افغانی حکومت اُن کی ان دھمکیوں سے مرعوب ہو کر اپنا اسلامی قانون بدل ڈالیگی۔ اور اُنکو یہ موقعہ دیا جائیگا کہ افغانستان کے نہایت ہی پکے اور سچے مسلمانوں میں ایک جھوٹے نبی کا نام لیکر اور غیر مسلموں کے ایجنٹ بنکر تفرقہ اندازی کرتے پھریں۔

محمد علی صاحب کہتے ہیں "کہ اسلام کی فتح اس میں نہیں کہ مسلمان ملکوں میں دوسرے مذہب کی تبلیغ رُکی رہے۔ بلکہ اسلام کی فتح یہ ہے کہ اسلام کے مخالف اپنی ساری مادی طاقتوں کو صرف کرلیں اور جسقدر اسلام سے لوگوں کو نکالنے کے لئے زور لگا سکتے ہیں لگالیں اور آخر دیکھ لیں کہ کسطرح پر وہ ناکام رہتے ہیں۔

بیشک اس نتیجہ کا ہم کو بھی یقین ہے اور خدا کی مہربانی اور امداد سے ہم کو پورا وثوق ہے کہ اسلام کے خلاف سب دجّالانہ کوششیں اندرونی ہوں یا بیرونی آخر کار ناکام ہو کر رہیں گی۔ لیکن اس تیقّن اور اور وثوق سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم بُرائی کی جس کوشش کو ظہور میں آنے سے پہلے روکنے پر قادر ہوں

نہ روکیں اور جس بدی کو نمودار ہونے سے قبل ہی ہم بند کر سکتے ہوں بند نہ کریں۔

اسلام صرف بہادری ہی نہیں حکیم بھی ہے وہ اپنی بہادری کے جوش میں اور آخری فتح کے یقین پر احتیاطی تدابیر اور حفاظتی وسائل کو نظر انداز نہیں کرتا۔ بلکہ بطور انجام بینی جہانتک ممکن ہو فتنے کے آنے سے پہلے ہی بند لگاتا ہے۔ اگر اس پر بھی فتنہ کسی جگہ نہ رک سکے تو پھر بہادرانہ مقابلہ کرتا ہے۔ اور ہر صورت میں انجام یہ ہی ہوتا ہے کہ حق کی فتح اور باطل کا سر نیچا ہو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین پر چڑھائی کی لیکن جب اُنہوں نے مانعین زکوۃ سے (حکم زکوۃ نہ ماننے کی وجہ سے) قتال کا ارادہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ مانع آئے کہ تم کلمہ پڑھنے والوں کے ساتھ قتال کیسے کرو گے۔ آپ نے فرمایا کہ واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ۔ خدا کی قسم میں ضرور اُس شخص سے قتال کرونگا جو نماز اور زکوۃ میں فرق کریگا۔

چنانچہ حضرت عمر اور دوسرے معترضین کی سمجھ میں یہ بات آگئی اور حق تعالے نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے فتنۂ ارتداد کا استیصال کر دیا۔ اور حق کو وہ فتح و نصرت نصیب ہوئی کہ بعد میں صحابہ ابوبکر کے اس کارنامہ پر رشک کرتے تھے۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ مانعین زکوۃ اگر خلیفہ کے مقابلہ میں چڑھ کر آئے تھے تو کیا حضرت عمر جیسے جلیل القدر صحابہ اس کی مدافعت سے ابوبکر صدیق کو روکتے تھے۔ کیا اُنہوں نے فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ قرآن میں نہیں پڑھا تھا۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب میں یہ نہ فرمایا کہ یہ لوگ باغی ہیں اور خلافت کے مقابلہ پر انہوں نے چڑھائی کی ہے اسلئے اُن سے لڑنا ضرور ہے۔ جو جواب دیا وہ صاف بتلاتا ہے کہ اگر کوئی جماعت مسلمان ہونے کے بعد نماز یا زکوۃ یا اسلام کے کسی قطعی حکم کے ماننے سے انکار کریگی تو اس سے ضرور قتال کیا جائیگا۔ تاوقتیکہ وہ راہ راست پر نہ آجائے۔

ہاں حنفیہ نے قتل مرتد کے حکم سے عورت کو مستثنی کہا ہے۔ اگرچہ حبس دوام کا حکم وہ بھی دیتے ہیں۔ یہ اسلئے نہیں کہ جرم ارتداد کی سزا قتل نہیں ہے بلکہ ایک ہی جرم کی دو سزائیں مجرمین کے احوال کے تفاوت کی بنا پر ہیں۔

میں پہلے ثابت کر چکا ہوں کہ ارتداد اسلام سے بغاوت کا نام ہے۔ تو کیا حکمت و انصاف کی بڑی بڑی مدعی گورنمنٹوں کے یہاں بھی بغاوت کے جرم کی سزا ہر ایک مجرم کے حق میں یکساں ہے۔

پس اگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے بعض نصوص کے اشارہ سے دو مجرموں کے لئے ایک ہی جرم کی دو سزائیں تجویز کی ہیں تو اس پر کیا اعتراض ہے۔ کیا شریعۃ میں امۃ اور حرہ کی حد میں فرق نہیں ہے حالانکہ جرم ایک ہی ہوتا ہے۔ کیا ایک ہی فعل زنا زانی کے محصن اور غیر محصن ہونے کے فرق سے الگ الگ سزاؤں کا موجب نہیں ہے؟ اسی پر مرتد اور مرتدہ کے جرم ارتداد اور اُس کے مدارج کو قیاس کرو یعنی مرتد اور مرتدہ کی سزاؤں کے تفاوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ سزا جرم ارتداد کی نہیں ہے۔

زیادہ توضیح چاہو تو برادر محترم مولانا سراج احمد صاحب اور مولانا میرک شاہ صاحب کے مضامین کا مطالعہ کرو۔

اب میں مضمون ختم کرتا ہوں اور جانتا ہوں کہ اس کے جواب میں مجھے بہت سی گالیاں دی جائیں گی لیکن میری پھر بھی یہی دُعا ہوگی کہ خدائے قادر و توانا مرزائیوں کو ارتداد کی دلدل سے نکالکر دنیا و آخرت کی سزا سے بچائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر کرے۔ اور بادشاہ اسلام امیر افغانستان کو اجراء حدود اسلامیہ اور محافظۃ حقوق مسلمین کی بیش از بیش توفیق مرحمت فرمائے۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب ؕ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ ۚ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکفرین ؕ

شبیر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ۔ دیوبند

۱۸۔ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۳ھ

مولوی محمد علی ایم۔ اے امیر جماعت احمدی لاہور کے ترجمہ و تفسیر قرآن کا اردو میں رد

مولوی صاحب کے انگریزی اور اردو ترجمہ اور تفسیر سے اہل سنت کے عام مسلمانوں کے عقائد کو جو سخت نقصان پہنچا ہے اس کی تلافی کرنا ایک فرض کفایہ تھا جس کو کتاب ہذا کشف الاسرار نے بوجہ احسن پورا کر دیا ہے اس ملک سے اور غیر ممالک سے خراج تحسین وصول کیا ہے یہ کتاب نہایت دلچسپ ہونے کے علاوہ قرآن فہمی کے اصول عجیبہ و نکات غریبہ سے اسقدر لبریز ہے کہ ہر ایک مسلمان شائق قرآن اس کو مطالعہ کر کے ضرور محظوظ ہو کر ان شاء اللہ مصنف کے حق میں دعائے خیر کریگا

رعایتی قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول ------ (عصر)

المشتہر شیخ غلام حیدر سابق ہیڈ ماسٹر مقیم سرگودھا پنجاب

کُتب خانہ عُثمانیہ

اگرچہ ہر زمانہ میں اس کی ضرورت رہی ہے کہ اسلام کے محاسن اور اس کے اسرار و حِکَم اور قرآن و سُنت کے حقائق کو ظاہر کرنیوالی کتابیں طالبین حق کے ہاتھوں میں پہنچیں۔ جن کو پڑھ کر مسلمانوں کے قلوب مطمئن اور ایمان تازہ اور قوی ہوں اور اسلامی تعلیمات پر نکتہ چینی کرنے والے بھی اگر نیک نیتی اور انصاف سے پڑھیں تو اپنے خیالات کی اصلاح کر سکیں۔

لیکن آج یہ ضرورت ہمیشہ سے زیادہ ہے۔ اسلام کے اندر اور اُس سے باہر کئی ایک فرقے ایسے کھڑے ہو گئے ہیں جو اپنی پوری ہمت۔ سرگرمی اور تدبیر سے نہ صرف اسلام بلکہ دنیا میں سے مذہبیت کی عام روح کو فنا کر ڈالنا چاہتے ہیں۔ وہ بار بار مذہب کا نام لیکر لامذہبیت کی فتح چاہتے ہیں۔

اسلام روحانیت کا مُکمل پیکر ہونے کی وجہ سے چونکہ لامذہبیت کا سب سے زیادہ سخت اور طاقتور دشمن ہے۔ اس لئے ان لوگوں کی سرّاً علاناً ہر طریقہ سے یہ کوشش رہتی ہے کہ اسلام کا روشن چراغ کسی طرح باطل کی پھونکوں سے گل کر دیا جائے۔

ان ہی واقعات و بواعث نے ہمارے دل میں یہ تحریک پیدا کی کہ ہم اپنے استاذ امام المفسرین و المتکلمین ماہر السیاسۃ المدنیۃ والشرعیۃ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی سے یہ درخواست کریں کہ وہ وقتاً فوقتاً دین الفطرۃ (اسلام) کے اہم اور معرکۃ الآراء مسائل اور قرآن و حدیث کے خاص خاص ضروری حقائق پر تقریر فرما دیا کریں جس کو ہم خدام منضبط اور مرتب کر کے آپ کو دکھلا دیں اور آپ کی اصلاح و ترمیم کے بعد وہ شائع ہو جایا کرے تاکہ حاضرین کی طرح غائبین بھی ان جواہر گرانمایہ سے متمتع ہو سکیں۔

اسی سلسلہ کا پہلا نمبر "اعجاز القرآن" کے نام سے شائع ہو چکا ہے جس کے آخر میں وعدہ کیا گیا تھا کہ قرآن کریم پر جو سفیہانہ نکتہ چینیاں کی گئی ہیں آئندہ اُن کا جواب دیا جائیگا۔

چنانچہ اُسی سلسلہ کا دوسرا نمبر "الجہاد الکبیر" طبع ہو کر تیار ہو گیا ہے جو بندۂ عاجز نے مولانا کی تقریر سے مرتب کیا ہے اور مولانا اس پر اصلاحی نظر فرما چکے ہیں۔ اسی سلسلہ کے دو نمبر اور طیار رکھے ہیں جو انشاء اللہ بعد میں شائع کئے جائیں گے۔

مولانا کی رائے یہ ٹھہری ہے کہ ستیارتھ پرکاش کے چودہویں باب میں جسقدر اعتراضات و شبہات

قرآن کریم پر کئے گئے ہیں اُن کا بالترتیب جواب ہو۔ مجھے امید ہے کہ یہ سلسلہ طالبین حق وصواب اور مبلغین ومناظرین کے لئے نہایت مفید ہوگا۔

مولانا کے علم وفضل اور تحریر وتقریر سے آج دنیا واقف ہے۔ مشکل سے مشکل مضامین اور دقیق سے دقیق علوم کو سلیس اور دلچسپ عبارت میں ادا کرنیکا خاص حصہ خداتعالےٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔

بندۂ عاجز کی پوری کوشش ہوگی کہ اس سلسلہ کے تمام نمبر خواہ وہ کسی کے قلم سے منضبط ہوں اور مولانا کی دوسری تصانیف سب ایک جگہ مہیا رہیں تاکہ شائقین کو طلب کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔

اسی ضرورت سے کتب خانہ عثمانیہ کے نام سے یہ کتب خانہ قائم کیا گیا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ان کتابوں کے مطالعہ کرنیوالے اس کتب خانہ کے قیام کی ضرورت کو مجھ سے زائد محسوس کرینگے اور اگر کوئی صاحب اس سلسلہ کے مستقل خریدار بننا چاہیں تو وہ اپنا نام اور پتہ مجھ کو لکھ کر بھیجدیں تاکہ جو کتاب اور رسالہ اس سلسلہ میں تیار ہو وہ اُن کے پاس فوراً بھیجدیا جایا کرے۔ فقط والسلام

فہرست کتب مصنفہ حضرت امام المفسّرین والمتکلّمین ماہر السیاسۃ المدنیۃ والشرعیۃ

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی مدظلہم

الاسلام	جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ اگر دنیا میں کوئی مذہب عقل سلیم اور فطرۂ صحیحہ کے موافق ہے تو وہ تنہا مذہب اسلام ہے۔ قیمت	۶ر
العقل والنقل	جس میں دکھلایا گیا ہے کہ اگر کبھی عقل سلیم اور نقل صحیح میں اختلاف ہو تو فیصلہ کی کیا صورت ہے اور ترجیح کا کیا طریقہ ہے۔ قیمت	۱۰ر
اعجاز القرآن	جسمیں معجزہ کی تحقیق اور قرآن کا کلام الٰہی ہونا شافی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت	۵ر
ہدیہ سنیہ	جس میں مسئلۂ وحدۃ وتعدد حق اور نعمائے جنت کے جسمانی ہونے کی تحقیق کی گئی ہے۔ قیمت	۲ر
تحقیق خطبۂ جمعہ	خطبہ کس زبان میں ہونا چاہئے۔ قیمت ----------	۱ر
درددل	حضرت الحاج مولانا رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کا نہایت دردانگیز مرثیہ۔ قیمت	۱ر
الجہاد الکبیر م۱	بسلسلۂ جواب ستیارتھ پرکاش۔ اس حصہ میں مسئلۂ ذبح حیوانات کی تحقیق ہے۔ قیمت	۲ر
ایضاً م۲	جسمیں جہاد کے مسئلہ کی پوری تحقیق ہے۔ (زیر طبع)۔	

المعلن

خاکسار بندہ محمد یحییٰ نانوتوی ثم تھانوی معین المدرّسین دارالعلوم دیوبند